تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جنت امن وسلامتی کا گھر

موجودہ دنیا خیر وشر کے متضاد عناصر سے بنی ہے۔ یہاں ثواب کے ساتھ گناہ، رحم کے ساتھ سنگدلی، محبت کے ساتھ کینہ ہے۔ یہ گناہ وکینہ اور بغض وحسد وہ آگ ہے جس نے یہاں کے قلبی امن وامان کے خرمن میں آگ لگا رکھی ہے۔ ہر شخص یہاں دوسروں کی اچھی حالت کو دیکھ کر جلتا ہے۔ اور دوسروں پر غصہ کے جوش وخروش سے ابلتا ہے۔ جنت وہ عالم ہے جہاں اس آگ اور سیلاب کا وجود نہ ہوگا۔ ہر قسم کے گناہ، سنگدلی، عداوت اور بغض وحسد کا خاتمہ ہوگا اور خالص محبت والفت کے دریا موجزن ہوں گے۔

انسان امن وسلامتی کا بھوکا ہے۔ لیکن وہ اس امن وسلامتی کو اسباب راحت کے انبار میں تلاش کرتا ہے۔ اور نہیں پاتا۔ وہ دنیا میں امن کا گوشہ ڈھونڈتا ہے۔ اور وہ اس کو نہیں ملتا لیکن یہاں آکر اس کو نہ صرف امن کا گوشہ بلکہ امن وسلامتی کی ایک دنیا ملے گی، وہ پرند جو عمر بھر چار عناصر کے قفس میں گرفتار رہا یہاں وہ سدرۃ المنتہیٰ کی ہر شاخ پر آزادانہ پرواز کرے گا۔ جنت کے جہاں وحی محمدیؐ نے اور بہت سے نام بتائے ہیں وہاں اس کا ایک نام دار السلام بھی بتایا ہے جسکے معنی امن وسلامتی کے گھر کے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از سیرت النبیؐ جلد ۴ صفحہ ۸۳۸)

۱۰/ اگست ۲۰۰۲ء | سالانہ ۱۵۰/ روپے | فی شمارہ ۷/ روپے

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376
R.N.I.No.UP.URD/2001/6071
Office Ph.No 787250 (Ext)18
Guest House-323864
Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in
FORTNIGHTLY
Vol. No. : 2 Issue No. 10

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs. 7/-

Mobile: 98390 95795
Phone : 0522-301658

تپاوننگ

اودھ کی شان اوننگ ★ٹریس ★کھڑکی ★فنس

المونیم ★کھڑکی ★دروازے ★سلنگ ★فلورک

ہمارے یہاں ہر قسم کے المونیم اور اوننگ کا کام بہت ہی کفایتی قیمت پر ہوتا ہے۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں۔

ایم۔ کے ملک، راج ۳۰۱، راوشال کھنڈ، گومتی نگر، لکھنؤ

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

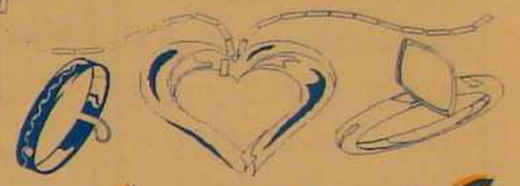

گھنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

The Fragrance of East

A quarterly English magazine published from Nadwa needs your patronage. Please subscribe it yourself and motivate others also to read it regularly.
Annual subscription is only Rs.100/- which may be sent by M.O. or Bank Draft payable to :-

The secretary
Majlise Sahafat wa Nashriat
C/o Tamir-e-Hayat, Nadwatul Ulama
P.O. Box No.93, Tagore Marg
Lucknow-226 007 (U.P.)

بطیبا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

• قبض، گیس، بھوک دلائے
• بلغم، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے
• بیحد مفید چورن

استعمال کریں، آرام پائیں۔

HASANI PHARMACY
117/41 Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph:. 202677

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لیے رابطہ قائم کریں

لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر

نورانی تیل خریدیں

درد، زخم، چوٹ، جلنے، کٹنے، کی مشہور دوا

AFZALS انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپنی کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-660

فوٹو کرامک ☆کوٹیڈ لینس ☆ہائی انڈیکس ریزی لینس فینسی پاور ورد جوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

حدیث کی روشنی

اخوت ومحبت کا پیغام

مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندوی

عن أبی موسیٰ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: المؤمن للمؤمن کالبنیان، یشدّ بعضہ بعضاً، و شبّک بین أصابعہ۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایمان والوں کا تعلق باہم ایک دوسرے کے لئے ایک مضبوط عمارت کے اجزاء کا سا ہونا چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں، (اور ان کے جڑے رہنے سے عمارت کھڑی رہتی ہے) آپ نے (ایمان والوں کے اس باہمی تعلق کا نمونہ دکھانے کے لیے) اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں (اور بتایا کہ مسلمان کو اس طرح باہم مل کر ایک ایسی دیوار بن جانا چاہیے جس کی اینٹیں باہم پیوستہ اور ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوں اور کہیں ان میں کوئی خلا نہ ہو)۔

وادیٔ مکہ میں جس وقت اسلام کی کرنیں پھوٹیں، عرب لوٹ مار جیسی بدترین برائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، ناانصافی اور ظلم ان کے خمیر میں اس طرح داخل ہو گیا تھا کہ قبیلے ایک دوسرے پر شب خوں مارتے، کبھی یوں ہی بلا سبب زور زبردستی سے اور کبھی کسی معمولی بات پر یا پانی اور چراگاہ کے بارے میں اختلاف ہو جانے کے باعث جنگ چھڑ جاتی اور کشت وخون کا بازار گرم ہو جاتا، ان کا ایک نہایت بڑا عیب قبائلی تعصب تھا جس نے ان کا شعار یہ بنا دیا تھا کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو۔ ظالم ہو تب بھی، مظلوم ہو تب بھی:

أنصر أخاك ظالماً أو مظلوما:

اس عہد جاہلی کا عرب، اپنے قبیلے ہی کے دین کا پیرو رہتا تھا، خواہ غلط ہو یا صحیح، جاہلی شاعر درید بن الصمہ کہتا ہے۔

وما أنا الا من غزیة ان غوت
غویت وان ترشد غزیة أرشد

میں تو غزیہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر غزیہ گمراہ ہو کر غلط راہ چلیں گے تو میں بھی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ نیک راہ پر چلیں گے تو میں بھی نیک راہ پر چلوں گا۔

یہی ماحول اور فضا تھی کہ اسلام کی روشنی چمکی، فضا بدلی اور باہمی نفرت وعداوت دور ہوئی، دلوں کا کینہ کافور ہوا سب بھائی بھائی بن گئے۔ قرآن کریم نے ان کو اس طرح مخاطب کیا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَاناً۔

(آل عمران۔۱۰۳)

''اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ ہو جاؤ اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔''

اسلام نے ان عربوں کی ایک متحد ومنظم قوم تیار کر دی۔ وہی لوگ جو کل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ایک متحدہ مسلمان لشکر میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اسلام کا جھنڈا بلند کرتے ہیں، جب یہ منتشر طاقتیں متحد ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا:

''مسلمان مسلمان کے لیے پختہ مکان کے مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو جوڑے ہوئے اور مضبوط کیے ہوئے ہے۔''

اس ارشاد کے ذریعے آپؐ نے تمام بری عادتوں اور قبائلی فخر ومباہات کو ختم فرما دیا اور جاہلی معاشرے کے تمام غلط معیار اور پیمانوں کو حقیقی بھائی چارگی اور بردرانہ تعلقات کے پیمانوں میں تبدیل کر دیا،

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔ (حجرات۔۱۰)

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۳۹ | ۱۰ اگست ۲۰۰۲ء | مطابق | ۳۰ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۱۹

زیر سرپرستی: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زیر نگرانی
مولانا عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء
پروفیسر وصی احمد صدیقی
معتمد مالیات ندوۃ العلماء

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
(مدیر اعلیٰ)
سید محمود حسن حسنی ندوی
معاون مدیر

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرِ تعاون
سالانہ---=/۱۵۰ روپے
فی شمارہ---=/۷ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
وامریکی ممالک.....۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک جملہ.....۲۰ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش
خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/150 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر) (مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ ٹیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱ اخوت ومحبت کا پیغام	مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندویؒ	۲
۲ ادب کی فرمانروائی (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
دعوت دین	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	۷
۳ اسلامی ادب معاشرہ کی بہتر تشکیل کا اہم ذریعہ	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
سنسار کا پالن ہار	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۴
۴ رابطہ ادب اسلامی بھی دراصل ندوۃ العلماء کے گلشن کا ایک گوشہ	حضرت مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی	۱۸
۵ متاع قلیل	مولانا محمد الحسنیؒ	۲۰
۶ سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۱
۷ عالم اسلام	محمد فرقان نیپالی ندوی	۲۲
۸ تعمیری ادب وقت کی اہم ضرورت	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۴
۹ عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۸
۱۰ مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کانی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کانی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs. 80/=

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388Vereninging.(S.Africa)

قطر

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

ادب کی فرمانروائی

"ادب وانشاء کے سلسلہ میں عام مؤرخ ونقاد اکثر اس حقیقت کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ تحریر کی قوت، کلام کی تاثیر اور قبول عام وبقائے دوام کے لئے سب سے زیادہ معاون عنصر لکھنے والے کی اندرونی کیفیات اس کا یقین، دلی جذبہ، کسی حقیقت کے اظہار کے لئے اس کی بے چینی اور بے قراری ہے، ایسے کسی شخص کو جو اس اندرونی کیفیت سے سرشار اور اس کو دوسروں میں پیدا کرنے کے لئے مضطرب اور بے قرار ہو جب قدرت کی طرف سے ذوق سلیم بھی عطا ہو، الفاظ واسالیب بیان پر ضروری حد تک قدرت بھی حاصل ہو اور اس کی تحریر میں علم وادب، عقل واستدلال اور حسن بیان کے ساتھ سوز دروں اور خون جگر بھی شامل ہو تو اس کی تحریر میں ایسا اثر اور ایسا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں ہزاروں دلوں کو زخمی کرتی ہے، اور سیکڑوں برس گذر جانے کے بعد بھی اس کی تازگی وزندگی اور اس کی تاثیر وقوت تسخیر قائم رہتی ہے"۔

تحریر وتقریر کو بہتر وکامیاب بنانے کے لئے جتنی صفات اور صلاحیتیں اور بلاغت کے اصول وقوانین ضروری ہیں ناقدین ادب نے ان سب کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، اور ہر عہد میں ان پر بحث ہوتی رہی ہے، لیکن بہت کم لوگوں کو اس کا احساس ہوا ہے کہ ان صفات اور صلاحیتوں میں ایک بڑا موثر اور ناقابل فراموش عنصر یا عامل صاحب کلام کا اخلاص اور دردمندی ہے۔ ادب وانشاء کے ذخیرہ کا اگر ایک نئے اور زیادہ حقیقت پسندانہ اور گہرے نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس کو دو قسموں پر تقسیم کرنا بیجا نہ ہوگا۔ ایک وہ تحریریں یا اظہار خیال جو اندرونی تقاضے اور داعیہ اور کسی طاقت ور عقیدہ یا یقین کے ماتحت وجود میں آئیں، اور ان سے مقصود نہ خود کسی فرمائش یا حکم کی تعمیل کوئی دنیاوی منفعت یا کسی صاحب اقتدار یا صاحب ثروت انسان کی رضامندی نہیں تھی بلکہ وہ خود اپنے ضمیر یا عقیدہ کے فرمان کی تعمیل تھی، جس میں اہل حکومت اور اہل ثروت کے فرمان سے زیادہ قوت ہوتی ہے، اور جس سے سرتابی کرنا کسی صاحب ضمیر انسان کے بس میں نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو کسی فرمائش کی تعمیل یا کسی دنیاوی منفعت کے حصول یا کسی بالاتر انسان کے حکم کی تعمیل میں ہو۔ ادب کی ان دونوں قسموں میں زمین آسمان کا فرق ملے گا۔ پہلا ادب "ہر کہ از دل خیزد بر دل ریزد" کا مصداق ہے، وہ طویل عرصہ تک زندہ رہتا ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کا موضوع دینی اور اخلاقی ہے تو اس کا قلب اور اخلاق پر گہرا اور انقلاب انگیز اثر پڑتا ہے، ہزاروں آدمیوں کے دل میں اس کے پڑھنے سے اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کے برخلاف دوسری قسم کا ادب داد وتحسین اور عارضی سرور وخوش وقتی کے سوا روح اور قلب پر اپنا کوئی دیرپا اثر نہیں چھوڑتا، اس کی زندگی اور عمر محدود ومختصر ہوتی ہے، پہلے ادب میں بے ساختگی اور بے تکلفی ہوتی ہے، دوسرے ادب میں صنعت اور اہتمام۔ ادب کی بارگاہ میں بے ادبی نہ ہو، تو ان دونوں قسموں میں وہی فرق ہے جو ایک تمثیلی حکایت میں بیان کیا گیا ہے، کہ کسی نے ایک شکاری کتے سے پوچھا کہ "ہرن بھاگنے میں تم سے کیوں بڑھ جاتا ہے اور تم اس کو کیوں نہیں پکڑ لیتے؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ وہ اپنے لئے دوڑتا ہے اور میں اپنے آقا کے لئے"۔

اب تک آپ نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا اسلوب وانداز تحریر خود بول رہا ہے کہ یہ ایک صاحب دل داعی اور آداب انسانیت تقسیم کرنے والے ادیب کے بدل کی دلی کیفیات ہیں جو الفاظ کے قالب میں ڈھل گئی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد جو تمثیلی حکایت بیان کی ہے وہ وردی پوش ادیب یا پیشہ ورانہ ادب وصحافت کا صحیح خدوخال سامنے کردیتی ہے، ہمارے وردی پوش (۲) ادبا کے ادب کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ اس سے انسانیت کی تعمیر ہوگی یا تخریب، ان کو جو کچھ دلچسپی ہے، روپیہ پیسہ یا شہرت وناموری سے، اس وقت ہم ادب وصحافت کی جس دنیا میں سانس لے رہے ہیں اس میں ادب کی

دوسری قسم نے سارے رکارڈ توڑ دیئے ہیں، اس ادب نے انسانی شرم وحیا کا کس بے باکی سے خون کیا ہے، ہمارے کتنے نوجوانوں کے ذہنوں کو مسموم کیا ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

رہی ادب کی پہلی قسم تو وہ ادب کی حیثیت سے سامنے لائی ہی نہیں گئی تھی، جب کہ کتب حدیث، سیرت وسوانح، مکاتیب وملفوظات، تاریخ وسفرنامہ حمد ونعت اور مناجات کی شکل میں ادب کے ایسے آب دار موتی موجود ہیں کہ ان کو سامنے لایا جائے، اور ان کے چلن کو عام کیا جائے تو تعمیر انسانیت کی ایسی پُرکشش تصویر سامنے آئے کہ اس سے انسانیت نہال ومالا مال ہوجائے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اپنی کتاب قصص النبیین، القرأۃ الراشدہ اور مختارات من ادب العرب کی تالیف کے زمانہ یعنی تقریباً ساٹھ سال پہلے ہی سے شروع کردیا تھا، لیکن عمومی پیمانہ پر۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ نے اس کمی کو محسوس کرکے بیس سال قبل رابطۂ ادب اسلامی کی داغ بیل ڈالی تھی کہ تعمیر انسانیت کا کام کرنے والوں کو ادب کی قدر وقیمت کا اندازہ ہو، وہ اس کی طرف توجہ دیں، اور اس کو عہد حاضر کا کارگر ہتھیار سمجھیں، اور پیشہ ور ادباء وصحافیوں کو بھی معلوم ہو کہ اس فرقۂ زہاد میں کیسے کیسے ادیب اور صاحب طرز انشاء پرداز موجود ہیں، جن کے سامنے رائج الوقت پیشہ ورانہ ادب سر جھکائے اور با ادب دست بستہ کھڑا ہو اور کہے کہ ادب کے اس کوچہ میں ہم نادم وشرم سار ہیں، کہ یہ ادب رگِ انسانیت کو نیا خون عطا کرتا ہے اور ہمارا ادب سرتا پا بے ادبی کی راہ دکھاتا ہے، ہمارے ادب کو روپیہ اور جاہ وشہرت چاہئے، ہم اسی کے پیاسے ہیں، انسانیت ہلاکت کے مہیب غار کی طرف جاتی ہے تو جائے۔

مکتوب طرابلس

مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرصہ قبل ایک چھوٹا سا خط بھیجا تھا، ملا ہوگا، میں نے اس خط میں ''حضرت مولانا'' کی ذاتی زندگی اور علمی کاوشوں پر مبنی ایک تبصرہ کی گذارش کی تھی، وجہ یہ تھی کہ میں یہاں موجود ''جامعۃ الفاتح'' میں ''حضرت مولانا'' اور علمائے لکھنؤ کی علمی خدمات کے عنوان سے ''پی ایچ ڈی'' کرنا چاہتا تھا، اور میری درخواست منظور بھی ہوگئی ہے، نئی دہلی سے میرے بہنوئی ڈاکٹر شفیق احمد ندوی نے ایک کتاب اور اپنا ایک مضمون ایک ہفتہ قبل بھیجا ہے، میں نے ''تحقیق'' کے ابتدائی خدوخال پیش کردئے ہیں باقی معاملہ یونیورسٹی کے ذمہ داران پر ہے۔

مجھے یہاں آئے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہونے کو ہے، اور بہ حیثیت ''مدیر اداری و مترجم'' اپنا کام کررہا ہوں، ''حضرت مولانا'' پر ابوظبی یا دبئی میں کسی صاحب نے مقالہ ضرور لکھا ہے، مگر (PHD) کسی نے بھی نہیں کی۔ ڈاکٹر زیادی جو ''جامعۃ الفاتح'' کے وائس چانسلر ہیں، مولانا سے بہت متاثر ہیں، اور وہ مولانا مرحوم سے لندن میں ملے تھے، آج بھی وہ ندوۃ العلماء ومولانا کی تعریف کرتے نہیں تھکتے، اور یہ سچائی بھی ہے کہ میں سال بھر کے عرصے میں روم، تیونس، الجزائر، سوڈان کا سفر کرچکا ہوں، اور الحمد اللہ ہر جگہ مولانا کی تصنیفات اور ان کی خدمات کا چرچہ ہے، یہاں طرابلس میں مولانا کی کتابوں کی بھرمار ہے، پبلک لائبریریوں میں بھی مولانا کی کتابوں کی بھرمار ہے، یہاں تک کہ کراچی اور اتھیوپیس کے ائرپورٹ پر اٹلی زبان میں ''ماذا خسر العالم'' کے تراجم دیکھنے کو ملے، تیونس والجزائر میں عربی زبان فرانس کے تسلط کیوجہ سے مختلف ضرور ہے، مگر آج بھی مولانا کی ''عرب قومیت'' کے خلاف اٹھائی گئی آواز پر ہر صاحب علم انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور ان کی کتابیں ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں بھی اپنے نام کے ساتھ ''ندوی'' لگانے پر فخر محسوس ہوتا ہے، اور اسمیں بھی کوئی شک نہیں کہ مولانا کی قدر عرب وافریقہ میں جتنی ہے اتنی ہندوستان میں شاید نہیں ہے، مولانا کی ذاتی زندگی پر آپ حضرات نے کچھ لکھا ہو تو براہ مہربانی اس کی فوٹو کاپی بھجوانے کی زحمت کریں۔

میری طرف سے تمام اساتذہ کو سلام پہونچائیں، خاص کر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی اور دیگر اساتذہ کو۔

والسلام احقر۔ جنید احمد الندوی

پوسٹ بکس 91631 طرابلس

دعوتِ دین میں حکمت ووسعت

اور

زمان ومکان سے اس کی ہم آہنگی

• حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم کا اسلوب دعوت کیا ہے؟ یا یوں پوچھئے کہ قرآن کریم دین کی دعوت دینے والے مبلغ کو کیا ہدایت دیتا ہے؟ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے دعوت دین کس طریقے پر اور کن اصولوں پر پیش کی؟ قرآن داعی اور مبلغ کے لئے کیا اوصاف وخصوصیات پسند کرتا ہے؟ کیا دعوت کے متعین حدود اور طریقے مقرر ہیں جن کا ایک مبلغ پابند ہوسکے اور جنہیں ایک طالب علم تبلیغ کی درسگاہ میں سیکھ سکے؟

یہ موضوع بہت اہم ہے قرآن کریم سے اس کا براہِ راست تعلق ہے، اور تبلیغ دین کے موضوع سے بھی اسی طرح اس کا تعلق ہے اور جب اس موضوع کے تحت اس کے دو تابناک اور ولولہ انگیز پہلو جمع ہورہے ہوں تو اس کی اہمیت وعظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے

قرآن کریم کا موضوع دعوت وہدایت ہے

قرآن کریم ہدایت ودعوت کی کتاب ہے اور احکام وشریعت کی بھی کتاب ہے، لیکن اس کے اندر دعوت وہدایت کا وہ پہلو دوسرے پہلوؤں پر غالب ہے شریعت واحکام کی اہمیت سے انکار نہیں اس کی عظمت سر آنکھوں پر لیکن سوال اوّلیت واہمیت کا ہے، کون سا پہلو زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور کس کو اولیت حاصل ہے اس لحاظ سے اگر دیکھیں تو میرا حقیر مطالعہ یہ ہے کہ شریعت واحکام کے مقابلہ میں دعوت وہدایت کا پہلو قرآن کریم میں غالب ہے کیونکہ ایمان کی بنیاد ہدایت پر ہے، اور تبلیغ پر اس ایمان کے حصول کا دارومدار ہے لہٰذا یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دوسرے تمام مضامین ومقاصد پر ہدایت ودعوت کا عنصر قرآن کریم میں نمایاں طور پر غالب ہے۔

دعوت وتبلیغ کا کام قوانین وضوابط کا پابند نہیں ہے

قرآن کریم نے دعوت وتبلیغ کے کیا اصول بتائے ہیں؟ وہ کیا ضابطے ہیں جن کی پابندی کرنے کا قرآن نے حکم دیا ہے؟ کیا قرآن کریم میں ہمیں تبلیغ ودعوت کے متعین قوانین اور اس کے بے لچک حدود بتائے گئے ہیں؟

میرا خیال ہے دعوت کے طریق کار کو قانون وضابطہ کی زبان میں نہیں بیان کیا گیا ہے اور نہ ایسا کرنا قرین مصلحت اور مقتضائے حکمت تھا۔ دعوت وتبلیغ کا انداز ماحول اور گردوپیش کے حالات، مخاطبین کے طبائع اور دین کے مصالح کے مطابق متعین ہوتا ہے۔

چونکہ دعوت کو صورت حال کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور "صورت حال" ہمیشہ بدلتی رہتی ہے، اس لئے دعوت کے کام میں حاضر کلامی اور حاضر دماغی دونوں کی ضرورت ہے، مزید یہ کہ دعوت پیش کرنے والوں کو انسانی نفسیات سے گہری واقفیت اور اس کی دکھتی رگوں اور سوسائٹی کے کمزور پہلوؤں پر انگلی رکھ کر بتانا ہوتا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مبلغ کو یہ بات کرنی چاہئے، یہ نہیں کرنی چاہئے، اور یہ کام کرنا چاہئے اور یہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس کو ایسا اسلوب اختیار کرنا چاہئے، اور لوگوں کے سامنے دعوت کو اس طرح پیش کرنا چاہئے اس کے یہ حدود وضوابط ہیں خواہ وہ قوانین کے مرکزی خطوط (OUT LINE) ہوں کیونکہ بدلتے ہوئے معاشرے اور تبدیل شدہ صورت حال سے اس کو نمٹنا ہوتا ہے۔

اگر قوانین وضوابط میں اس کو جکڑ دیا جائے تو وہی حال ہوگا جو ایک صاحب کو اپنے ملازم کے ساتھ پیش آیا تھا، جو ایک لطیفہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ کسی صاحب نے ایک ملازم رکھا ملازم ضرورت سے زیادہ "قانونی" واقع ہوا تھا، اس نے مطالبہ کیا کہ مجھے میرے فرائض بتا اور توٹ کرا دیئے جائیں، چنانچہ ایک فہرست تیار ہوئی کہ فلاں وقت بازار سے سودا لانا ہے، فلاں وقت گھر صاف کرنا ہے، فلاں وقت یہ کام کرنا ہے اور فلاں وقت وہ کام کرنا ہوگا۔ ملازم نے ان خدمات پر اپنے آپ کو معمور سمجھا جن کی تفصیل اس کی فہرست میں درج تھی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک بار وہ صاحب جنھوں نے ملازم رکھا تھا۔ گھوڑے پر سوار تھے وہ اترنا چاہتے تھے پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور ان کی جان پر بن گئی اب گھوڑا بھاگ رہا ہے اور یہ گھسیٹتے ہوئے جارہے ہیں اسی حال میں ملازم پر نظر پڑی چیخ کر آواز دی کہ جلد آ اور میری جان بچا۔ ملازم

نے کہا ذرا ٹھہریئے میں اپنی نہرست میں دیکھ لوں کہ آیا یہ خدمت بھی میرے فرائض میں ہے یا نہیں؟ اس وقت جبکہ آقا کی جان جا رہی ہے اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں ہے، ملازم صاحب نے اپنے اصول وضوابط پر عمل کیا اور آقا اسی ضابطہ پرستی کی نذر ہو گئے۔ اور ملازم ان کے کچھ کام نہ آیا، عربوں کو اللہ تعالیٰ نے تجربات سے فائدہ اٹھانے کی بڑی صلاحیت بخشی ہے، اور ان کے اندر فطرۃً سلامت روی پائی جاتی ہے۔ ان کے کسی شاعر کا یہ خوب شعر ہے۔

إذا كنت في حاجة مرسلا
فأرسل حكيما ولا توصه

یعنی اگر تمہیں کسی کام سے کوئی آدمی کہیں بھیجنا پڑے تو اس کے لئے ایک عقیل وفہیم آدمی کا انتخاب کر لو۔ اور اس کو (تفصیلی) ہدایتیں نہ دو، کیونکہ وہ خود اپنی سمجھ سے موقع محل کی مناسبت دیکھ کر وہ کام کرے گا جو تمہارے حقیقی منشاء کے مطابق ہوگا۔

دعوت کے زمانی اور مکانی حدود

دعوت دین بہت نازک کام ہے اور اس کی وسعت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، اس کے کچھ حدود مکانی ہیں اور کچھ زمانی۔ اور دونوں انتہائی وسیع اور پھیلے ہوئے زمانے کے لحاظ سے دیکھئے تو اس کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب کہ کسی پیغمبر نے دعوت کا آغاز کیا یا غیر پیغمبر نے اس دعوت کی ابتداء کی اور اس کی انتہا کوئی بھی نہیں ہے اسی طرح اس کا مقام (مکانی حدود) بھی متعین نہیں کیا جا سکتا، ہو سکتا ہے کہ داعی مشرق میں ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مغرب میں ہو یا مشرق سے مغرب یا مغرب سے مشرق منتقل ہو جائے لہٰذا اگر صرف اہل مشرق کو سمجھانے کا طریقہ اس کو معلوم ہے تو مغرب میں وہ افہام وتفہیم کا کام انجام نہیں دے سکتا۔ اور اگر وہ صرف اہل مغرب کے طبائع اور نفسیات سے واقف ہے تو مشرق میں اس کی دعوت بر محل اور بار آور نہیں ہوگی۔

آیت دعوت کا اختصار و اعجاز اس کی وسعت اور گیرائی

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے دعوت کے طریق کار کے حدود مقرر نہیں کئے اور یہ کام داعی کی قوت تمیز اور عقل سلیم پر چھوڑ دیا ہے اس بات کا فیصلہ کہ کب اور کس وقت کون سا طریق کار اختیار کیا جائے اس کی طرف خود داعی کا ذوق اور عقیدہ رہنمائی کرے گا اور اس کی دینی فکر جو اس کے احساسات واعصاب پر حکمراں ہے وہ خود طریق کار کا انتخاب کرے گی، قرآن کریم نے صرف ایک وسیع حصار قائم کر دیا ہے جس کے اندر دعوت دین کی پوری روح (اسپرٹ) سما گئی ہے، وہ آیت یہ ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۵)

(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اس سے خوب واقف ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں انہیں بھی خوب جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے دونوں باتیں پوری طرح عیاں ہیں ایک داعی الی اللہ کو کتنی آزادی ہے اور کس درجہ پابندی ہے۔ کہاں تک وہ جا سکتا ہے اور کس حد سے آگے قدم بڑھانا ممنوع ہے جہاں تک دعوت کی وسعت اور داعی کی آزادی کا تعلق ہے وہ اس تعبیر سے واضح ہے کہ "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ" (بلاؤ اپنے رب کی راہ کی طرف) اس آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ ایمان کی طرف دعوت دو، یا صحیح اور سچے عقیدہ کی طرف بلاؤ یا نماز قائم کرنے کی دعوت دو یا اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی ترغیب دو، انسانیت کے احترام کی تلقین کرو، یہ سب نہیں کہا گیا مگر یہ تمام باتیں "سَبِيْلِ رَبِّكَ" میں سمٹ آئی ہیں اس لفظ نے فکر وعمل کے آفاق کھول دیئے ہیں۔ یہ آفاق بھی محدود نہیں ہیں، اس میں دوسرے ادیان سماوی، بشری ضروریات انسانی زندگی میں پیش آنے والی حاجتیں سب داخل ہیں "اُدْعُ" (بلاؤ) کا لفظ بھی کس درجہ وسیع معانی پر حاوی ہے اس میں نہ اس کی قید ہے کہ وعظ وتقریر کے ذریعے بلاؤ نہ یہ کہ تحریر کے ذریعہ دعوت دو، نہ یہ کہ وعظ وتلقین ہی کا ذریعہ اختیار کرو، یہ لفظ "اُدْعُ" تمام معانی اپنے جلو میں رکھتا ہے اور حسب موقع داعی، دعوت کا فرض کبھی پند ونصائح سے کبھی وعظ وتقریر سے اور کبھی تحریر اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے ادا کر سکتا ہے، اور بلانے کا ہر وہ وسیلہ اختیار کر سکتا ہے جو مشروع ہو، مؤثر اور نافع ہو، پھر فرمایا "سَبِيْلِ رَبِّكَ" اپنے رب کے رستے (کی طرف) اس کے علاوہ کوئی تعبیر ممکن نہیں جس میں اتنی جامعیت اور وسعت گہرائی اور گیرائی بیک وقت موجود ہو، "حکمت" کا لفظ بھی بہت ہی بلیغ اور بڑی وسعتوں کا حامل ہے، دوسری زبان میں اس کا ترجمہ آسان نہیں ہے، اسی طرح "موعظت" بھی وسیع معانی پر حاوی لفظ ہے "حسنہ" کا لفظ بھی لامحدود معانی پر مشتمل ہے، قرآن نے اس

آیت میں آزادی بھی دی ہے اور حد بندی بھی کی ہے ایجاز واختصار بھی ہے، اور بیان وشرح بھی

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۲۵)

اے پیغمبر! اپنے پروردگار کے رستے کی طرف دانش اور نیک نصیحت سے بلاؤ۔

یہ آیت کریمہ بعثت محمدیؐ سے پیشتر کے سب سے بڑے داعی الی اللہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں نازل ہوئی ہے، یہ پورا تذکرہ اس طرح ہے:۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (النحل ۱۲۰-۱۲۳)

"بے شک ابراہیمؑ (لوگوں کے) امام (اور) خدا کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں نہ تھے اس کا نعمتوں کے شکر گزار تھے، خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ۔ الخ

لہٰذا یہ آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید سے مربوط ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے دعوت حق کا کیا تعلق ہے اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ کے ضمن میں اس آیت کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعوت میں اسی طریق کار کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے اور یہ کہ آپ کی دعوت "حکمت وموعظت حسنہ" کے اصول پر کاربند تھی۔

دعوت کا ایک اہم عنصر، واقعات اور مثالیں

قرآن کریم نے دعوت کے لئے واقعات بیان کرنے اور مثالیں دینے کا اسلوب اختیار کیا ہے اور دوسرے وسائل دعوت کی بہ نسبت یہ طریق زیادہ زود اثر اور دلنشین ہے اور مقصد کے حصول میں یہ طریقہ زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہوا ہے، ایک طرف قرآن کریم نے اگر تفصیلی ضابطے اور قانونی باریکیاں بتانے کو ضروری نہیں سمجھا ہے۔ تو دوسری طرف اس خلا کو (اگر اس کو خلا سمجھا جائے جو درحقیقت خلا نہیں ہے) انبیاء کرام کی سیرت اور ان کے مواعظ اور دعوت پر مکالموں کے نمونوں سے پُر کیا ہے، یہ نمونے دلوں پر اثر اندازی کی بے انتہا قوت رکھتے ہیں، ذہن وقلب پر ان کا سحر کی مانند اثر ہوتا ہے، کیوں کہ عملی نمونوں کا جو اثر ہوتا ہے وہ کسی دوسرے وسائل دعوت کا نہیں ہو سکتا۔ منطقی، نفسیاتی، علم کلام کے انداز کے جدلی اصول، دعوت دین کے لئے کارآمد عناصر نہیں ثابت ہوئے ہیں، تمام آسمانی صحیفوں نے شروع سے آخر تک عملی نمونوں پر اعتماد کیا ہے یہ نمونے اور مثالیں ادبی شہ پارے ہیں جو دلوں کو موہ لیتے ہیں۔

ان میں سے اکثر واقعات چار برگزیدہ پیغمبروں کی سیرتوں سے ماخوذ ہیں وہ انبیاء کرام حضرت ابراہیم علیہ السلام، دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام، تیسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آخر میں خاتم الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایک مومن کی دعوت کا نمونہ جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا

دعوت کے سلسلہ میں ایک اہم نکتہ ہے جس کو قرآن نے فراموش نہیں کیا ہے وہ یہ کہ دعوت کا کام صرف انبیاء کرام تک محدود نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل سکتا تھا کہ ہم کہاں اور اللہ کے پیغمبر کہاں، وہ لوگ اللہ کی نوازش خاص سے بہرہ مند تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور وحی سے نوازا تھا۔ روح القدس سے ان کی تائید وتقویت کا انتظام فرمایا گیا تھا۔ ہم عاجز بندے کس طرح ان برگزیدہ انبیاء کرام کی نقل کر سکتے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس سبب سے ایک مثال ایسے شخص کی دی ہے جو نبی نہیں تھا۔ اور پیغمبروں کے ممتاز اور جلیل القدر ہم نشینوں میں تھا۔ ایک مومن تھا فرعون کی قوم کا فرد تھا قرآن کریم نے صرف اس قدر بتایا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ۔ (المومن: ۲۸)

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن

شخص نے (جو اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا) کہا۔

یعنی اس کے حالات اور ماحول نے اس کو دین کے اعلان کا موقع بھی نہیں دیا تھا، خواہ وہ ایمانی قوت کے لحاظ سے جس قدر بھی بلند رہا ہو مگر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی طرح یا حضرت ابو ذرؓ کی طرح اپنے ایمان کا اظہار نہ کر سکا لیکن وہ مومن تھے اور اپنے ایمان کو اب تک چھپائے ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی بندوں کے خلاف جنگ نہیں کی اور ایک دوست خیر خواہ اور اپنے دوستوں اور بھائیوں کا بہی خواہ بن کر انھوں نے دعوتِ دین کا فرض انجام دیا۔ ایک صاحب ادراک و بصیرت داعی کے لئے اس واقعہ میں ایک نمونہ ہے۔ اگر وہ اسی صورت حال سے

باقی ص ۲۱ پر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

سیرت الصدیق

انبیاء کے بعد سب سے بہتر انسان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی، کارنامے، فضائل و مناقب اور ان کی اسلامی خدمات

از: مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی (صدر یار جنگ)

ہر شخص کے پڑھنے کے لائق کتاب، پڑھئے اور ایمان تازہ کیجئے

خوبصورت کتابت و طباعت، قیمت ۲۵/- علاوہ ڈاک۔

نور الایمان: از مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی،

بچوں کے لئے اسلامی عقائد، سیرت طیبہ کا بیان سوال و جواب کے انداز میں، آسان زبان، قیمت ۶/- علاوہ ڈاک

ناشر:

مکتبۂ اسلام ۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ (یو۔پی)

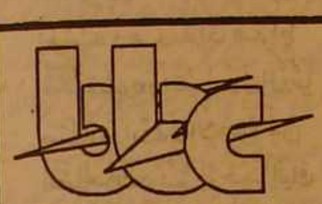

B.B.C. (INDIA)

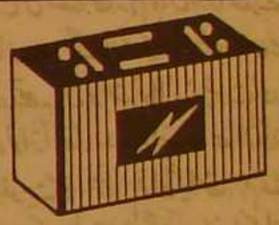

ALL TYPE OF LEAD ACID STORAGE

BATTERIES AS PER IS 7372-1995

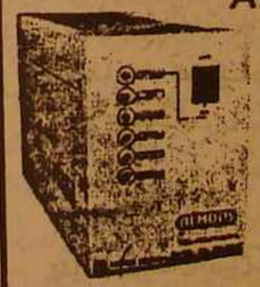

ALMODS BRAND
BATTERY INVERTER
& STABILIZER
IN FULL RANGE

STOCKIST : BOMBAY BATTERIES

LALBAGH, LUCKNOW.

TELEPHONE : OFF. 229901, 284046, RESI. : 212620, 328380

اسلامی ادب معاشرہ کی بہتر تشکیل کا ایک اہم ذریعہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

رابطہ ادب اسلامی کے اظہار ہویں سیمینار منعقدہ ۹/۱۰ر جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ کے افتتاحی اجلاس میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے ایک جامع و چشم کشا تقریر کی، جو اپنی معنویت کے لحاظ سے منفرد ہے، اس تقریر کو ٹیپ ریکارڈ سے محمد فرمان نیپالی نے نقل کر کے ادارہ کے حوالہ کیا، مولانا موصوف نے اس پر نظر ڈالی اور قابل اشاعت بنایا، ذیل میں وہی تقریر نذر قارئین ہے (ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین وعلیٰ من تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الیٰ یوم الدین.

امابعد.

حضرات، محترم بزرگو اور دوستو!

میرے لئے بڑی مسرت کی بات ہے کہ بحیثیت ندوۃ العلماء کے ایک ذمہ دار کے آپ کا ندوہ کے اس احاطہ میں استقبال کر رہا ہوں، آپ لوگ دور دور سے تشریف لائے، سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، اور ادب اسلامی کی اس مجلس کو جو یہاں منعقد ہوگی اسکو اہمیت دی۔

حضرات! عام طور پر لوگ ادب کو ایک معمولی چیز اور تفریح طبع کا سامان سمجھتے ہیں، اسکو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اسکو حاصل ہے، ادب نے تاریخ میں بڑا اثر ڈالا ہے، اور بعض وقت اس کے اثر سے انقلاب آئے ہیں، ادب اپنا اثر بہت خاموشی کے ساتھ ڈالتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ معاشرہ کے اخلاق اور طور وطریق کی تشکیل میں ادب کا نمایاں حصہ ہوتا ہے اور بار بار ایسا ہوا ہے یہ کوئی وقتی بات نہیں بلکہ دانشور اور اہل قلم جو تحریر کرتے ہیں وہ اپنے اپنے زمانے میں ان تحریروں کے ذریعہ اپنے معاشرہ کی تشکیل کرتے رہتے ہیں، حالات کی مطابقت سے تحریریں دنیا میں آتی ہیں پھر حالات میں ان کے اثر سے تبدیلی آتی ہے، پھر دوسری تحریریں آتی ہیں ہر ایک کا ایک دور ہوتا ہے۔

حضرات! اسلام کے آنے کے بعد اسلام اور اسلامی ادب کا جو اثر مسلم معاشرہ پر پڑا وہ صدیوں تک جاری رہا اور برسوں تک اسکا سلسلہ قائم، رہا لیکن جب یورپ کو غلبہ حاصل ہوا تو اسکا ادب ہمارے سامنے آنا شروع ہوا جو اسلامی قدروں کو بدل رہا تھا، عام طور پر لوگوں نے اسکو محسوس نہیں کیا، ہمارے جو مسلمان دانشور تھے اور صحیح الفکر تھے وہ اپنے حدود کے اندر اسکے مقابلے میں اپنا ادب پیش کرتے رہے لیکن انکی مقدار بہت کم تھی اور وہ اصل خطرہ کو سامنے رکھ کر نہیں تیار کیا جا رہا تھا وہ ادب اس طور پر تھا کہ بڑی حد تک ہمارے معاشرہ کی غمازی کرتا تھا، ہمارے معاشرہ کے کردار کو اور اسکے طور وطریق کا اظہار کرتا تھا اور گویا کہ ہمارے علم میں لاتا تھا کہ ہمارا معاشرہ کس کردار اور کس طور وطریق کا حامل تھا، لیکن انھوں نے اس بات کو سامنے نہیں رکھا تھا، یہ ایک بیرونی ادب ہماری قدروں کو اور ہماری تہذیب وثقافت کو متاثر کرتا جا رہا ہے اسکو ہم نے بہت دیر میں محسوس کیا اور دیر میں محسوس کرنے کے بعد لوگ کھڑے ہوئے اس سلسلہ میں جماعت اسلامی کے ادیبوں کا کام قابل ستائش ہے ان کے جو دانشور اس بات کو محسوس کر رہے تھے، انہوں نے اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اس میں حصہ لیا، اور مقابلہ کرنے کی کوشش کی، یہ مقابلہ ایسا نہیں ہے کہ دو فوجوں کا مقابلہ ہے، جسمیں اسلحہ استعمال ہوں، یہ بہت خاموش طریقہ سے کام کرنے کا کام ہے اور اس بات کی بھی کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ جو ادب ہمیں نقصان پہونچا تا رہا ہے اسکے مختلف محاذوں کو ہم دیکھیں، جن محاذوں سے وہ نقصان پہونچا رہا ہے، ہمیں ان ہی محاذوں پر

لڑنا ہوگا یہ نہیں کہ ہم ایک الگ محاذ سے لڑ رہے ہوں اور حملہ دوسرے محاذ سے ہو رہا ہو، ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ادب ہمیں کن محاذوں سے نقصان پہونچا رہا ہے اور ہماری قدروں کو اور ہمارے طور وطریق کو بدل رہا ہے، اور سچی بات یہ ہے کہ خطرے مذہب کے اقدار کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں چنانچہ لوگوں کو اپنے تصورات وتخیلات کے دائروں میں بھی صحیح ادب کی نمائندگی کرنی ہے کیونکہ ان کو اگر بدل دیا جائے، تو سب چیزیں بدل جاتی ہیں، بلاد عربیہ کو لے لیجئے، دنیا کے دوسرے ملکوں میں لے لیجئے کہ وہاں کا معاشرہ کتنا بدل گیا، ہماری آنکھوں کے سامنے دونوں دور ہیں، ہم نے اپنے ابتدائی زمانہ میں وہ دور بھی دیکھا ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کی اپنی اصلی قدریں تھیں، اور وہ مضبوط تھیں اور ان کے بڑے اثرات تھے، اور پھر وہ دور بھی دیکھا ہے کہ ان کے بعض علاقوں، ملکوں، معاشروں میں وہ قدریں خاصی تبدیل ہوگئیں اور دوسری نئی قدریں ان کی جگہ آگئیں، اس کا سب نے مشاہدہ کیا کہ کس طرح خاموشی کے ساتھ ہمارے معاشرے کے طور وطریق اور قدروں بلکہ تصورات ونظریات میں تبدیلی آئی، اس وقت جو مجمع بیٹھا ہے، یہ اب گویا پرانی نسل ہے جو آنے والی نئی نسل کیلئے جگہ چھوڑ رہی ہے، اگر آپ آنے والی نسل کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ بہت بدل چکی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ زبان کا بہت اثر پڑتا ہے، زبان بدلتی ہے تو اس سے متعلق تہذیب بدل جاتی ہے، اور زبان کا تہذیب سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔

زبان ہی ادب کا محل ہوتی ہے، ادب زبان کے ذریعہ چلتا ہے، اور زبان ہی اسکو چلانے والی چیز ہوتی ہے جب زبان بدل جاتی ہے تو اسکے ساتھ ساتھ قدریں بھی بدل جاتی ہیں، جو قدریں زبان کے راستہ سے ادب کے اندر پیوست ہیں جب زبان بدلے گی تو جو الفاظ ان قدروں کے حامل ہوتے ہیں وہ بھی بدل جاتے ہیں، تعبیرات بدل جاتی ہیں پھر ان کی قدریں بدل جاتی ہیں، اور آدمی کو محسوس نہیں ہوتا ہے، اسکی مثال یہ ہے کہ اس وقت جہاں جہاں اردو کی جگہ ہندی نے لے لی ہے آپ دیکھیں گے کہ وہاں قدریں بدل گئیں تصورات بدل گئے، وہاں خیالات بدل گئے، کسی نے بدلا نہیں ہے دراصل جدید زبان اور اسکے جدید ادب کو پڑھ کر جو اس زبان کے ساتھ وابستہ تھا اثر ڈالا ہوتا ہے، اور جیسا کہ پروفیسر عبدالباری صاحب نے کہا کہ یورپ میں باقاعدہ اسکی خاطر تحریکیں چلی ہیں، اہل یورپ نے باقاعدہ اسی کو مقصود بنایا، دوسری زبانوں پر جو اثرات پڑے ہیں ممکن ہے کہ وہ تحریک کے طور پر نہ ہوں، لیکن یورپ نے باقاعدہ تحریک چلائی ہے، اور بہت ہی حکمت کے ساتھ اور اپنے نزدیک انتہائی سوجھ بوجھ کے ساتھ لوگوں کے ذہن بدلنے کی کوشش کی ہے، لوگوں کے تصورات بدلنے کی کوشش کی ہے، یورپ نے اگر صرف تصورات بدلنے کو اپنا مقصد بنایا ہوتا تو وہ اتنی بڑی بات نہ تھی، لیکن اس نے اخلاقی قدریں، حیا کی قدریں ان سب کو بدلنے کی کوشش کی، اور حیا کی قدروں کو بالکل نیست ونابود کردیا ہے۔

حضرات! آج ہم دیکھتے ہیں کہ اخبارات میں ایسی تصویریں آتی ہیں کہ ہماری پرانی نسل ان چیزوں کو ہماری ابتدائی عمر کے زمانے میں گھروں میں داخل نہیں ہونے دے سکتی تھی، لیکن آج وہ بکثرت عام ہیں، اور ہم سب کو اسکا احساس تک نہیں ہوتا، کیونکہ جو چیز عام ہوجاتی اس کا احساس بھی کم ہوجاتا ہے، اور یہ سب یورپ کی لائی ہوئی باتیں ہیں۔ یورپ نے باقاعدہ اسکے لئے کوشش کی ہے، ہمیں ان چیزوں کو سامنے رکھ کر اپنی حکمت عملی طے کرنا ہے اور ہمیں اس محاذ پر لڑائی لڑنی ہے، جس محاذ سے ہم پر حملہ ہورہا ہے، ادب کے خاص محاذ سے ہم پر حملہ ہورہا ہے اسکا ہمیں مقابلہ کرنا ہے وہ مقابلہ اس طرح کرسکتے ہیں، کہ ان کے جو خطرناک پہلو ہیں، ان کو ہم واضح کریں، اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے مقابلہ میں ہم ایسا ادب پیش کریں جو اس ادب کی جگہ لے سکے، اور اس ادب کو روک سکے، اس طرح ہم اسکے لئے رکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اسی احساس کو اپنے دل میں بہت محسوس کیا، اور انہوں نے مضامین لکھے، اور ادب کا ایسا مجموعہ تیار کیا، جو عربی میں ''مختارات من أدب العرب'' ہے، جسمیں انہوں نے پورے عربی ادب کے خزانے سے ایسے ٹکڑے جمع کئے، جو صحیح اسلامی ذہن کو بناتا ہے، اور پھر اسکے بعد انہوں نے اسکی دعوت دی، ان کی اس دعوت کو لوگوں نے پسند کیا، اور آہستہ آہستہ قافلہ بنتا چلا گیا، پھر رابطہ ادب

اسلامی کی تشکیل کی، الحمدللہ اس وقت دنیا میں بہت سے ملکوں میں یہ رابطہ کام کررہا ہے، برصغیر میں ہمارا یہ اٹھارہواں سیمینار ہے، ہم ایسے موضوعات پر یہ سیمینار منعقد کرتے رہے ہیں جو تقریباً نئے ہیں، اور ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ موضوعات نئے قسم کے ہوں، تاکہ نئی چیزیں ہمارے سامنے آئیں، اور ان سب کا جو محور ہے وہ ادب اسلامی ہے وہ ادب جسکو اسلام صحیح سمجھتا ہے، اور جو اسلامی قدروں سے مطابقت رکھتا ہے اسکو ہم پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اسکا دفاع کرتے ہیں اور اسکے خط وخال کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بحمداللہ اب کتابیں تیار ہونے لگی ہیں، اور ہمارے سیمینار کے ذریعہ مقالات بھی سامنے آتے رہے ہیں اور وہ بڑے قیمتی مقالات ہوتے ہیں اس لئے کہ موضوع نیا ہوتا ہے اور اس پر ہمارے اہل قلم اپنی صلاحیت کے مطابق اور اپنی قابلیت کے مطابق اپنی کاوش پیش کرتے ہیں۔

حضرات! ہمیں صحیح الفکر دانشور اہل قلم کی مدد کی ضرورت ہے، اور ان کے تعاون کی ضرورت ہے، یہ ادب کا لفظ حقیقت میں بہت اچھے معنوں میں پہلے استعمال ہوتا تھا آمد اسلام سے قبل یہ لفظ عربوں میں مستعمل تھا لیکن اسکا مطلب ہوتا تھا ''پسندیدہ اور مفید چیزوں کو پیش کرنا'' اسی لئے کھانے کی دعوت کو اسی لفظ سے ادا کرتے تھے، کوئی آدمی جب کسی کا اکرام کرتا ہے اور اسکے لئے پسندیدہ کھانے پیش کرتا ہے تو گویا وہ پسندیدہ چیز اسکے لئے پیش کرتا ہے چنانچہ مأدبہ ادب سے بنا ہے جسکے معنی دعوت کے ہوتے ہیں، اسلام کے آنے کے بعد لفظ زبان وادب مضمون تعلیم کیلئے استعمال ہونے لگا، اس لئے کہ تعلیم اچھی اور مفید چیزوں کی، اور پسندیدہ چیزوں کی ہی ہوتی ہے اسکے بعد یہ لفظ صرف دلنواز، پسندیدہ مضمون کیلئے استعمال ہونے لگا، اور لوگوں نے آہستہ آہستہ اسکے مفید ہونے کی طرف توجہ کم کردی، یہ صحیح ہے کہ ادب کو پسندیدہ ہونا چاہئے، پسندیدہ کلام ہی ادب ہے لیکن اس کے ساتھ اس کے مفید ہونے کی بھی فکر کرنی چاہئے، مفید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندگی کو مفید رخ دکھاتا ہو، اور معاشرہ کی ایسی تشکیل کرتا ہو کہ معاشرہ اللہ کے نزدیک اور انسانوں کے نزدیک بھی اچھا معاشرہ ہو، ایسا معاشرہ نہ ہو جو حیا اور اخلاق کی ساری قدروں سے خالی ہو، یا ان کو منہدم کرنے والا ہو، آج ہمیں بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے اسکے لئے ہمارے نوجوانوں اور ہمارے دانشوروں کو کمر کسنا پڑے گا، اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق ایسا ادب پیش کرنا ہوگا جو اس ادب کی جگہ لے جو مفید نہیں ہے، اور اس مخرب ادب کو روک سکے اور اسکے مقابلہ میں آسکے، اسکے مقابلہ میں جو ہم چھوٹی موٹی کوششیں رابطہ ادب اسلامی کے ذریعہ سے کرتے ہیں، امید ہے کہ اس میں آپ کا تعاون ہم کو حاصل ہوگا اور یہ قافلہ اپنی پوری افادیت کے ساتھ اور پوری صلاحیت کے ساتھ آگے بڑھے گا، اور دنیا میں ایک بہتر کام انجام دے گا اور ہم آنے والی نسلوں کیلئے نئی راہ روشن کرسکیں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین

حمد باری تعالیٰ

• نسیم فائق لکھنوی

فقر فخری کی صدائے سرمدی دیتا ہے کون؟
مفلسی میں بھی مزاج خسروی دیتا ہے کون؟
ذوق فن، دانش وری، دیدہ وری دیتا ہے کون؟
ایک مٹھی خاک کی تابندگی دیتا ہے کون؟
آدمی کو علم کی یہ روشنی دیتا ہے کون؟
نیک وبد اچھے برے کی آگہی دیتا ہے کون؟
دکھ مصیبت کون دیتا ہے، خوشی دیتا ہے کون؟
سوچئے ان خشک ہونٹوں کو ہنسی دیتا ہے کون؟
سوکھ جاتے ہیں خزاں میں جب چمن کے پیڑ سب
پھر سے ان کو سبز روٹی، تازگی دیتا ہے کون؟
پھول، خوشبو، بادوباراں، رات دن شام وسحر
موسموں کو دلبری دلکشی دیتا ہے کون؟
موج دریا، چاند تارے، شبنم وگل، برگ وبار
اپنے جلوؤں کی ہمیں نظارگی دیتا ہے کون؟
ساری مخلوقات میں افضل کیا کس نے ہمیں
سوچ کر فرمائیے یہ برتری دیتا ہے کون؟
شکر یہ اللہ کا فائق کے لب پر کیوں نہ ہو
فکر کو اس کی شعور شاعری دیتا ہے کون؟

تعمیر حیات

اس رسالہ کا رہا تعمیری پہلو ہی سدا
اور سلبی پہلو سے ہر حال میں اعراض تھا
کتنے اخبار ورسائل دیتے ہیں اس کو جگہ
اس رسالہ کی، جو مضموں زیب اور زینت ہوا
سرورق ہوتا ہے اس کا ہر طرح سے خوشنما
جس میں ہوتی ہے نصیحت دلنشیں اور دل ربا
کہنا ہے لوگوں کا یہ ہے پند ونصائح کا یہ باب
اس لئے سب کو ملا کر شائع ہوجائے کتاب
قدرداں جو اس کے ہیں ان سے ہے یہ ایک التجا
اس کی توسیع اشاعت میں تعاون دیں سدا

سنسار کا پالن ہار

مولانا عبداللہ عباس ندوی (معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

قرآن کریم کی پہلی سورہ کی پہلی آیت یا یوں کہئے ہم مسلمانوں کی آسمانی کتاب کا پہلا بول، وحیِ الٰہی کی اولین صدا الحمد للہ ربّ العالمین ہے، ساری خوبیاں ہر طرح کی بڑائیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو ہر ہر عالم کا پالنے والا ہے۔ فضائے آسمانی میں اُڑنے والے پرند، دریاؤں میں پیدا ہونے والے جانور اور مچھلیاں، زمین پر چلنے والے چوپائے اور دوپائے، زمین کے اندر پلنے والے کیڑے، بھاری اور دیو ہیکل گینڈے، ہاتھی، اور اونٹ اور طاقت ور چیرنے اور پھاڑنے والے شیر، چیتے، بھیڑیئے، سب کی پرورش وہی ربّ حقیقی کر رہا ہے، جس کو آپ چاہیں پروردگار کے نام سے پکاریں یا سنسار کا پالن ہار کہہ کر پکاریں۔ لیکن پرورش کس کو کہتے ہیں، پالنے کا مفہوم کیا ہے، عربی کے لفظ ''ربوبیت'' کی حقیقت کیا ہے؟ صرف اسباب زیست کا فراہم کرنا، ہوا، پانی اور غذا دیتے رہنا، کیا اسی کا نام پرورش ہے؟ واقعہ اور مشاہدہ تو یہ ہے کہ ہم ایک باغ پالتے ہیں یا ایک درخت پالتے ہیں، اور نیچے اتر یئے تو یوں کہئے کہ ہم ایک مرغی پالتے ہیں تو ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ باغ سایہ اور پھل دے، درخت وہ ثمر عطا کرے جو اس درخت کی خصوصیت ہے مرغی انڈا دینے لگے جو آپ کی غذا میں کام آئے، قاضی بیضاوی جن کی تفسیر قرآن معتبر ترین تفسیروں میں شمار ہوتی ہے، لکھتے ہیں کہ الربوبیۃ تبلیغ الشئی الیٰ کمالہ شیئا فشیئا یعنی کسی چیز کو تدریجی طور پر کمال تک پہنچانا ربوبیت ہے اور انسان کو تدریجی طور پر اوج کمال تک پہنچانے کے لئے صرف ہوا، پانی اور غذا کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی عقل وطبعی نشوونما کے لئے کائنات کی ہر شے درکار ہے، اسی لئے کائنات کی ہر مخلوق انسان کے لئے وقف ہے اور اس کی خدمت پر کمربستہ ہے، یہی مفہوم ہے اس قولِ مشہور کا جس میں فرمایا گیا ہے:

ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للاٰخرۃ۔

دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے۔

لہٰذا دنیا کی ہر مخلوق انسان کے لئے مسخر ہے اور اس کے تابع کردی گئی ہے، شیر ببر سے لے کر بکری اور بلی تک، درخت پھل دیتے ہیں، زمین آپ کا فرش، آسمان آپ کی چھتری غرض جو شئے ہے اور جہاں ہے وہ آپ کے لئے مسخر ہے، مسخر کا مطلب ہے کہ آپ کے قابو میں تمام کائنات دے دی گئی ہے۔

پرورش کے تین تقاضے ہیں جو ہمارے مشاہدے میں دن رات آرہے ہیں، ایک ہے بقائے زیست، اس زندگی کے ڈھانچہ کو یا جسم کی مشین کو چلاتے رہنا، اور دوسرا تقاضہ ہے اس ڈھانچہ یا مشین پر اگر کوئی آفت آئے یا کسی طرف سے حملہ ہو تو اس کا دفاع کرنے کی قوت وصلاحیت۔ تیسرا تقاضہ ہے استمرار وجود یعنی وجود کو تسلسل کے ساتھ باقی رکھنا، جس کا ذریعہ افزائشِ نسل ہے۔

خالق کائنات نے ان تینوں تقاضوں کو پورا کرنے کی طلب مخلوق کے مزاج اور خمیر میں داخل کردی ہے، کوئی جاندار مخلوق ان تین تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی آسمانی یا زمینی ہدایت کی محتاج نہیں ہے، بھوک اور پیاس کا پایا جانا اور پانی اور غذا کے لئے جاندار شئے کا بے چین ہونا فطرت حیوانی کا تقاضہ ہے اور وہ اس کو اپنے وسائل کے مطابق حاصل کر لیتا ہے۔ اگر کوئی اس پر حملہ آور ہو تو اپنی جان بچانے کے لئے حفاظت کرنے پر اس کی فطرت آمادہ کرتی ہے، اس طرح افزائشِ نسل کے لئے ہر جاندار کے اندر ایک جنونی طلب پیدا ہوتی ہے جس کو سب جانتے ہیں۔

اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ ربوبیت الٰہی کا مقصد ومفہوم یہی ہے تو انسان کی تخصیص کیا ہوئی؟ ہر جانور، چوپایہ، چرند پرند سب اسی طرح پلتے بڑھتے اور مرتے ہیں جس طرح

ایک پودا زمین پر نمودار ہوتا ہے، بڑھتا ہے، اس کی شاخیں نکلتی ہیں پھول نکلتے ہیں، پھل آتے ہیں اور آخر میں سوکھ کر زمین پر گر جاتا ہے۔ اس کو کاٹ کر ایندھن بنا لیا جاتا ہے، کیا اشرف المخلوقات بھی اسی طرح مشینی زندگی کا حامل ہے؟ یہ کائنات ارضی کا بادشاہ دستِ قدرت کا شاہکار، خلافت ارضی کا سزاوار، کیا بیل بھینس کی طرح ایک مقررہ وقت تک زندگی گذار نے آیا ہے؟؟

انسان کی اس سے زیادہ تذلیل وتوہین کیا ہوسکتی ہے کہ اس کو چوپاؤں اور درندوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے آپ کہتے ہیں کہ انسان کو عقل کی دولت سے نوازا گیا ہے، وہ اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ مل کر کام کرنا جانتا ہے، اس کے اندر ایک بے چین روح ہے، اس کی فطرت کسی منزل پر قناعت نہیں کرتی، جو کمزور ہے قوی ہونا چاہتا ہے، جو قوی ہے وہ قوی تر ہونے کی تمنا رکھتا ہے، وہ زمین پر چلتا ہے مگر آسمان پر اڑنے کی ہوس رکھتا ہے۔ وہ ایک سیارہ کا حقیر ترین ذرہ ہے مگر تمام سیاروں کو اپنے دستِ تصرف میں لینا چاہتا ہے اس کے اندر جستجو اور تلاش کا مادّہ ہے، وہ امیدوں اور تمناؤں کے سہارے جیتا ہے۔ اس کے جسم کے ساتھ اس کی روح بھی کچھ تقاضے رکھتی ہے، وہ محبت کا خوگر ہے، بغیر کسی محبت وتمنا کے اس کی زیست ایسی ہی ہے جیسے مچھلی کو پانی کے باہر زندہ رہنے پر مجبور کیا جائے وہ اپنے ان دیکھے مالک ومولیٰ کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی ذات وصفات کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ اس کی مرضی تلاش کرنا چاہتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس کے اندر غلبہ حاصل کرنے اور دوسروں کے حق مارنے کی بھی خو ہے، انتہائی خودغرض بھی ہے، خواہشات پر اس کو قابو نہیں ہے اور جب انسانی کنبہ کا ہر فرد اسی مزاج و طبیعت کا ہوگا تو ان کے اندر باہمی تصادم ہونا ضروری ہے، اسی تصادم کا نتیجہ خونریزی اور فساد ہے، جس کو فرشتوں نے روزِ اوّل تاڑ لیا تھا اور ان کی حیرت زبان حال سے گویا ہوئی تھی:-

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (البقرہ:۳۰)

(فرشتے انسان کا ہیولیٰ دیکھ کر بول اٹھے) کیا تو زمین میں اس کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔

علم خداوندی جو سب پر محیط ہے، اس نے جواب دیا تھا:-

قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ:۳۰)

کہ ہم وہ جانتے ہیں جس کو تم نہیں جانتے۔

صرف خالق کائنات کو علم تھا کہ وہ اپنی سرکش، غلبہ پسند اور خود بین وخود آراء مخلوق کے درمیان ایسے بندے پیدا کردے گا جو انسان کو زمین پر انسان بن کر چلنا سکھائیں گے۔ وہ دریاؤں میں مچھلی کی طرح پیراکی سکھانے نہیں آئیں گے، وہ ہواؤں میں پرندوں کی طرح اڑنا سکھانے نہیں آئیں گے بلکہ انسانوں کو انسان بن کر زمین پر چلنا سکھائیں گے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی ضرورتیں بھی دوسری مخلوقات سے زیادہ ہیں، اس کی آرزوئیں بھی کائنات کی ہر شے سے بلند ہیں، اس کی پرواز کا میدان زمین وآسمان کی وسعتوں سے زیادہ ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقرب بندہ حسن بصریؒ نے کہا تھا الدنیا لا تسع لطیرانی ''دنیا کی وسعت ہماری پرواز کے لئے ناکافی ہے۔'' اور اس کے ساتھ اس کے اندر بہیمانہ صفات بھی ہیں جو اس کو حیوانوں سے زیادہ بے لگام اور درندوں سے زیادہ خونخوار اور شیطانوں سے زیادہ مکروفریب کا پتلا بنا دیتی ہیں۔ وہ آگ بھی ہے اور پانی بھی، اس کے اندر سمندر کی روانی بھی ہے اور شعلوں کی تپش اور جلانے کی خاصیت بھی، وہ اگر رحم ولطف پر آجائے تو فرشتے بھی رشک کریں، اور اگر شرپسندی کی رگ اُبھر آئے تو ابلیس وقت بھی شرما کر بیٹھ جائے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ، ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ۔ (التین:۴-۵)

ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست کر دیتے ہیں۔

ان دونوں کے درمیان ایک متوازن انسان، ایک معتدل سیرت کی تعمیر کے لئے ضروری تھا کہ خالق کائنات جس کی ربوبیت اس تماشا گاہ عالم میں ذرّہ ذرّہ سے نمایاں ہے، وہ اپنے اس شاہکار کو بے مقصد نہ چھوڑے جیسا کہ ایک جگہ خالق کائنات کا ارشاد ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا

وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔
(المؤمنون:۱۱۵)

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یہ (خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔

"عبث" کہتے ہیں اس کام کو جو بغیر کسی مصلحت و حکمت کے کیا جائے، خود کلام ربانی سے اس لفظ کی تحقیق ہو جاتی، ارشاد ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ۔
(الشعراء:۱۲۸)

کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو، جس کو محض فضول (بلاضرورت) بناتے ہو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں بے مقصد بھی ہوتی ہیں مگر خالق کائنات کی تخلیق کا کوئی جزء بے مقصد نہیں، لہٰذا انسان کی ایسی تربیت جو اس حیوانی زیست کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ارتقاء کی جو روحانی طلب ہے اس کے لئے اور اس کی سیرت کی تعمیر کے لئے ایک نمونہ اور اسوہ، ایک ہادی اور رہنما کا وجود اس کی فطرت کی پکار ہے اور اس کی روح کی پیاس ہے جس سے حکیم و بصیر ذات غافل نہیں رہ سکتی تھی، اس لئے پہلا انسان جو روئے زمین پر بھیجا گیا وہ پیغمبر تھا اور انسان کو تمام مخلوقات میں شرف و منزلت اسی راستہ سے عطا کی گئی۔

کارِ نبوت کے حدودِ زمانی و مکانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت ایک خاص زمانے اور خاص علاقے کے لئے اور ایک معینہ وقت کے لئے ہوتی رہی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت فرعون کی اصلاح کے لئے ہوئی تھی۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ۔ (المؤمنون:۴۵)

پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنے احکام اور کھلی دلیل دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا (پیغمبر بنا کر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل کے لئے ہوئی:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ (الصف۔۱۶)

اور (اسی طرح وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ
(العنکبوت:۱۴)

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔
(الاعراف:۶۵)

ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔
(الاعراف:۷۳)

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا:

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔
(الاعراف:۸۵)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ "اخاھم" کا مطلب پیغمبر وقت کے ہم قوم، ہم زبان اور جن کی معاشرت یکساں تھی اور وہ لوگ جو اس وقت کے رسم و رواج کے واقف کار رفرد تھے، حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی لفظ وارد ہوا ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ اِذْ قَالَ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔
(الشعراء:۱۶۰)

اور قوم لوطؑ نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو،

لیکن ہمارے رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ ہم نے عربوں کی طرف یا قریش کی طرف

محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نبی بنا کر بھیجا، آپؐ کے حق میں ارشاد ہوا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (سبا:۲۸)

اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔
(الانبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔

ان دونوں آیتوں میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ہے، گویا آپ کو نبوت کے منصب پر فائز فرما کر آپ کی خدمت کا میدان بھی بتا دیا گیا کہ آپ صرف ایک قبیلہ یا شہر کے نبی نہیں بلکہ عالمِ انسانیت کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ سورۂ توبہ کے آخر میں عام اہلِ ایمان سے خطاب ہے کہ:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ (التوبۃ:۱۲۹)

(اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں۔

یہ خطاب بھی عمومیت رکھتا ہے کہ تمہاری جنس بشری سے ایک پیغمبر بھیجا، یعنی وہ کوئی فرشتہ یا مافوق الفطرت مخلوق نہیں ہے لہٰذا وہ بھی جنس بشر سے ہیں خواہ وہ کبھی یا کہیں رہے ہوں یا آئندہ رہیں گے۔ رسول اللہ انہیں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں، یہاں پر یہ بات وضاحت چاہتی ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس طرح دوسرے انبیاء کرامؑ کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا تھا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی امیین کے درمیان اٹھایا گیا، جیسا کہ ارشادِ حق تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ (الجمعۃ:۲)

وہی ہے جس نے (عرب) کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔

یہ صحیح ہے کہ آپ کو اٹھایا گیا عرب لوگوں میں سے (بعث کے معنی بھیجا اور اٹھایا دونوں ہے) مگر بھیجا گیا سارے عالم کی طرف، نیز یہ کہ سفر خواہ دور کا ہو یا نزدیک کا، پہلا قدم اپنے قریب ہی سے اٹھے گا، لہٰذا عربوں کی اصلاح سے کارِ نبوت کا آغاز ہوا اور سارے عالم پر رحمت بن کر چھا گیا، جیسے مانسون ایک جگہ اٹھتا ہے اور دور دراز کے علاقہ تک پھیل جاتا ہے۔

آپ کی رسالت کی ابتداء عرب سے ہوئی اور انتہاء مکان کے اعتبار سے غیر محدود اور زمانہ بھی غیر محدود ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں آیتوں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ پہلے مرحلہ میں آپ کی بعثت بنو اسماعیل کی طرف ہوئی جو مکہ مکرمہ آکر آباد ہوئے تھے اور دوسرے مرحلہ میں سارے عالم کی طرف ہوئی، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت میں ایک دوسری بعثت بھی ضمناً پائی جاتی تھی، آپ کی پہلی بعثت بلاشبہ بنو اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہوئی اور دوسرے مرحلہ میں آپ کی بعثت تمام اہل زمین کے لئے ہوئی"

(حجۃ اللہ البالغۃ، جلد ا باب اسباب اختلاف دین بینا صلی اللہ علیہ وسلم و دین الیہود والنصاریٰ)

غرض اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسولِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ملک اور ساعت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا اور جب تک روئے زمین پر ایک بھی سانس لینے والا رہے گا آپ کا عرصۂ نبوت باقی رہے گا۔

آپؐ پر جو کتاب نازل کی گئی اس کو آسمانی ہدایات کا آخری اور حتمی دستور بنایا گیا، آپ کا زمانہ انسان کے بلوغ و عروج کا زمانہ ہے، اس کی عقلیت کی تکمیل اور مدارج کے تعین اور اس کے پھیلنے اور بڑھنے کی لامحدود صلاحیتوں کے انکشاف کا زمانہ ہے آپ کی نبوت مکانی حیثیت سے دنیا کے ہر اس حصہ پر محیط ہے جہاں سانس لیتا ہوا انسان پایا جاتا ہے یا پایا جائے گا، آپ کی نبوت نے انسان کے مکمل ہونے، خلافت ارضی کا سزاوار ہونے کا اعلان کر دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر قرآن کریم کا یہ اعلان:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔
(الانعام:۳)

آج ہم نے تمہارے لئے مکمل ہدایت کا

باقی ص 19 پر

رابطہ ادب اسلامی بھی دراصل ندوۃ العلماء کے گلستاں کا ایک گوشہ ہے

(رابطہ ادب اسلامی کے اٹھارہویں اجلاس میں مندرجہ ذیل خطبۂ استقبالیہ پیش کیا گیا۔)

از: مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی، ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، و الصلاۃ و السلام علی خاتم النبیین سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ أجمعین، و بعد.

جناب صدر اور مندوبین کرام!

لکھنؤ جس کا رشتہ علم وادب سے صدیوں پرانا ہے اور جس کا نام ہی ادب وتہذیب کا مترادف سمجھا جاتا ہے، جس کی خاک سے ایسے ایسے درخشاں ستارے اٹھے جنہوں نے نہ صرف زبان وادب کے دامن کو گراں بہا موتیوں سے بھر دیا بلکہ اس کو ایسی ترقی دی جس کی مثال کم ملتی ہے، آج اس علمی وتاریخی شہر میں ہم آپ کا استقبال کرتے ہوئے قلبی مسرت محسوس کر رہے ہیں۔

حضرات!

یہ وہی جگہ ہے جہاں میر کارواں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل فکری جد وجہد کے نتیجہ میں ۱۹۸۱ء میں عالم اسلام کے وہ بلند مرتبہ صاحبان علم و ادب جمع ہوئے جو خود اپنے اپنے میدان میں گراں بہا علمی وادبی خدمات انجام دے رہے تھے، ان صاحبان علم وادب نے سالار کارواں اور بانی تحریک ادب اسلامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی قیادت میں ادب اسلامی کا کارواں بنایا، اور رخت سفر باندھا، یہ کاروان علم و ادب شہروں شہروں بلکہ ملکوں ملکوں سفر کی منزلیں طے کرتا اور علم وادب کا پیام پہونچاتا ایک مدت کے بعد تجدید عہد وفا کے لئے پھر اس جگہ پہونچا ہے جہاں سے اس کا عہد ساز سفر شروع ہوا تھا، لیکن آج ہماری آنکھیں ''میر کارواں'' کو یہاں نہیں پارہی ہیں، ان کا بابرکت وجود یہاں نہیں ہے، لیکن ان کا فکری وجود ہماری رہنمائی کے لئے سرگرم عمل ہے۔

حضرات!

ندوۃ العلماء کی اس سرزمین نے متعدد ایسے علماء اور ادباء پیدا کئے جنہوں نے علم و ادب کی جامعیت، وسعت نظری اور انشاء پردازانہ اسلوب کے ذریعہ علم دین کو فروغ دیا، نہ صرف ملک کے اندر بلکہ بیرون ملک بھی انہوں نے امتیاز پیدا کیا، علامہ سید سلیمان ندویؒ سے لیکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تک علم وادب کی یہ سنہری زنجیر بھلائی نہیں جاسکتی، اور ان کے بعد ان کے شاگردوں اور ان سے علم کی روشنی حاصل کرنے والوں نے نہ صرف اس شمع کو روشن رکھا بلکہ اپنی علمی، دینی اور ادبی خدمات سے نہ صرف یہ کہ اپنی مادر علمی کا نام روشن کیا بلکہ علمی روایات کو مزید آگے بڑھایا، رابطہ ادب اسلامی بھی دراصل ندوۃ العلماء کے گلستاں کا ایک گوشہ ہے، اس لحاظ سے آج کے مہمان بھی حقیقت میں میزبان ہیں جو سفر سے گھر، واپس آئے ہیں تاکہ تازہ دم ہوکر علم وادب کی شاہراہ پر پھر رواں دواں ہوجائیں۔

حضرات!

آپ کی خدمت میں یہ چند استقبالیہ جملے عرض کرنے بلکہ آپ کی تشریف آوری پر ندوۃ العلماء کی طرف سے اظہار ممنونیت کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا یہ ارشاد بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے جو ادب اسلامی کی تحریک کی بنیاد ہے:

''ادب اپنے اندر عظیم تعمیری وتخریبی طاقت رکھتا ہے، اس سے ایک طرف عقائد صحیحہ کی استواری اور صحت مند اور صالح رجحانات کی آبیاری کا کام لیا جاسکتا ہے تو دوسری طرف اخلاقی، انسانی قدروں پر تیشہ زنی اور ذہنی ومعاشرتی انتشار کا بھی، اور ہر دور میں اس کی روشن اور ناقابل انکار شہادتیں ملتی ہیں، لیکن اس دور میں ادب کی، اپنے وسیع معنی میں جدید طاقت ور وسائل کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے جہانگیری اور فرماں روائی بہت بڑھ گئی ہے، عرصہ سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ جس طرح کبھی فلسفہ کے راستہ سے الحاد و تشکیک کا سیلاب مسلمانوں کے علمی وفکری طبقہ میں آتا تھا، اس کے بعد سائنس خاص طور پر علوم طبعیہ کے راستہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں آنے لگا تھا، اور کہیں کہیں نفسیات (سائکلوجی) اجتماعیات (سوشیالوجی) اور اقتصادیات وسیاسیات کے راستہ سے آتا تھا اب بہت سی جامعات اور دانش گاہوں میں ادب کے ذریعہ سے آرہا ہے۔

تقریباً نصف صدی سے ادب وتنقید اور نوجوانوں کو ذہنی و ادبی غذا پہونچانے کے میدان پر ان ادباء اور اہل قلم کی اجارہ داری قائم ہوگئی تھی جن کے عقائد میں خود تزلزل، ذہن میں انتشار اور تحریروں میں تشکیکی رجحان پایا جاتا تھا، اس لئے ضروری تھا کہ جدید نسل کو صالح غذا پہونچانے کے لئے ایک نیا ذخیرۂ کتب اور ایک نیا مدرسۂ فکر، مکتب خیال پیدا ہو۔''

حضرات!

میں یہ امید کرتے ہوئے کہ رابطہ ادب اسلامی کا یہ مذاکرۂ علمی بے سمت ادب کو صحیح سمت عطا کرے گا، اور ادب کے سفینہ کو ڈوبنے سے بچاتے ہوئے اس کو اصل فریضہ یاد دلائے گا، اور اس کو نسل انسانی کی صحیح اور بامقصد خدمت میں لگائے گا، آپ سے رخصت ہورہا ہوں۔

والسلام

بقیہ: سنسار کا پالن ہار

تعین کردیا اور تم کو (آسمانی ہدایت) کی آخری نعمت مکمل کردی اور اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے منظور کرلیا۔

یہ آیت صرف مسلمانوں کے لئے عروج وبلوغ کی علامت نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے اعلان ہے کہ اے زمین والو! آسمان سے تمہارے لئے جو ہدایت آنا تھی وہ اس طرح مکمل ہوچکی، اب خود انسان کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی صلاحیت دے دی گئی، وہ رسول کے اسوہ اور قرآن کے صحیفہ سے اپنی زندگی سے مضر انسانیت اشیاء کو خارج کرسکتا ہے اور ان اوصاف کو حاصل کرسکتا ہے جو اس کو مالک حقیقی سے قریب کرلے اور اس کی رضا پر چلنے کی صلاحیت بخشے۔

متاعِ قلیل

● مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِھَادُ۔

(آل عمران: ۱۹۶، ۱۹۷)

"ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے تم کو دور دورہ کفار کا ملکوں میں تھوڑا فائدہ ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور بری قیام گاہ ہے۔"

یہ آیت بھی ایک لحاظ سے قرآن مجید کی پیشین گوئیوں میں شامل ہے اس لئے کہ تقلب کا مفہوم موجودہ دور میں جتنا نمایاں اور کھل کر سامنے آیا ہے اتنا شاید پہلے نہ تھا۔ اردو میں اس کا بہترین ترجمہ "دور دورہ" کیا جا سکتا ہے، آج دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالئے تو واقعی کفار کا دور دورہ نظر آئے گا، آج کائنات کی طنابیں جس طرح کھنچ گئی ہیں، ہوائی جہازوں نے فاصلوں کو جتنا معدوم کر دیا ہے پھر یہ سارے وسائل اہل باطل کے لئے جس طرح مسخر ہیں اور وہ دنیا میں جس طرح شان کے ساتھ دندناتے پھر رہے ہیں، ملکوں کی قسمتوں سے جس طرح کھیل رہے ہیں اور جس طرح چاہ رہے ہیں داد عیش دے رہے ہیں وہ سب اسی تقلب کے دائرے میں آتا ہے۔

کہا یہ جا رہا ہے تم کو یہ دور دورہ ظاہری جاہ و اقبال، غلبہ و اقتدار، سرعت اور ذرائع ترقی ہرگز ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے، ایسا نہ ہو کہ تم اس سے مرعوب ہو جاؤ یا للچائی نگاہیں اس پر ڈالنے لگو، اس لئے یہ سب چیزیں متاعِ قلیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔

تاع عربی میں پونجی اور فائدہ کے معنی میں آتا ہے یعنی آخرت کے جاہ و اقبال اور دور دورہ کے مقابلہ میں اس کی کوئی قیمت ہی نہیں، جس سے تمہاری آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں وہ بہت عارضی اور بہت تھوڑا سامان ہے اور پھر اس تھوڑے کا عبرتناک انجام جہنم ہے، وہ برا ٹھکانا اور آرام گاہ ہے، قرآن مجید میں متعدد جگہ مختلف آیات میں اہل باطل کے ذہنی و قلبی مرعوبیت پر کاری ضرب لگائی ہے، ایک جگہ آتا ہے۔

(لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ)

یعنی ہم نے ان کو دنیا کی جو زیب و زینت اور حسن و جمال اور سامان عیش دیا ہے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر ہرگز نہ دیکھو، اسی کے ذریعہ تو ہم ان کو آزمائش میں ڈال رہے ہیں، اور بیشک تمہارے رب کا دیا ہوا رزق اور عطا یعنی دنیا میں بقدر کفاف اور آخرت کا اجر و ثواب زیادہ بہتر اور زیادہ پائیدار اور باقی رہنے والا ہے، غرض قرآن مجید میں بہت تاکید کے ساتھ اہل باطل و اہل کفر سے مرعوبیت کی مذمت کی گئی ہے۔

اس لئے بھی سوچنا چاہیئے کہ کہیں ہماری اسلامی زندگی کے ساتھ مرعوبیت جمع تو نہیں ہو گئی ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم نماز، روزہ، نوافل و تہجد، زکوٰۃ، ذکر، دعوت، خدمت و محنت اور تبلیغ و اصلاح سب کے ساتھ ذہنی طور پر ان کفار کے دور دورہ سے مرعوب ہوں اور ان کی ترقیات کو حسرت کے ساتھ اور للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہوں اور ان کو اس معاملہ میں بڑے خوش نصیب اور کامیاب سمجھ رہے ہوں؟

❁❁❁

نعت پاک

● قمر الحفیظ قمر

یوں غلافِ کعبہ پر ہر دعا سجائیں گے
ہم حرم کو آنکھوں سے اپنی چوم آئیں گے
ہم دیارِ طیبہ تک جب کبھی بھی جائیں گے
دل کی یہ تمنا ہے لوٹ کر نہ آئیں گے
زندگی میں جس دم بھی خاک طیبہ مل جائے
اس سے اپنی آنکھوں کو لوز و شب سجائیں گے
ظلم کرنے والوں سے یہ بلالؓ کہتے تھے
ان اُحد کے نعروں سے ہم نہ باز آئیں گے
تیز ہو ہی جائیں گی دل کی دھڑکنیں بیشک
جالیوں کی جانب جب ہم نظر اٹھائیں گے
ہم تو ہندوالے ہیں آپؐ ہیں مدینے میں
ہے یہ دوریٔ منزل کس طرح ہم آئیں گے
گردِ گنبدِ خضرا نعت سرورِ آقاؐ
بے خودی کے عالم میں گنگناتے جائیں گے
رحمتِ خداوندی ہم پہ مہرباں ہو گی
جب مدینے کی جانب ہم قدم بڑھائیں گے
یہ صدائیں آتی ہیں یوں چہار جانب سے
ہم مدینے جائیں گے ہم مدینے جائیں گے
ہم اگر پہنچ جائیں روضۂ منوّر تک
ہے یقیں قمرؔ ہم کو ہم سکون پائیں گے

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:- ایک شخص نے کلمۂ کفر ادا کیا تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟

ج:- ہاں ایسے شخص کو تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرنا ہوگا۔

س:- ایک شخص صاحب ترتیب ہے اگر وہ قضا نماز پڑھے گا تو جمعہ فوت ہو جائیگا ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

ج:- صاحب ترتیب پہلے قضا نماز پڑھے پھر اگر جمعہ مل سکے تو بہتر ہے ورنہ ظہر پڑھے۔

س:- ایک شخص الیکشن کے سلسلہ میں کوئی سیاسی میٹنگ مسجد میں کرے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ج:- مساجد دنیاوی کاموں کے لئے نہیں بنائی جاتی ہیں، ان کا مقصد وہاں عبادت الٰہی ہے، دنیاوی امور کے ایسے کام مسجد میں نہیں کرنا چاہئے۔

س:- تاش کھیلنے والا اپنے جیتے ہوئے پیسہ کو مسجد میں لگا سکتا ہے؟

ج:- ناجائز پیسہ مسجد میں لگانا درست نہیں۔

س:- حفاظت کی خاطر مسجد میں تالا ڈالا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ج:- سامان کی حفاظت کی خاطر مسجد میں تالا ڈال سکتے ہیں، لیکن ہر نماز کے وقت سب کے آنے اور نماز پڑھنے کا پورا انتظام اور اجازت ہونی چاہئے۔

س:- مسجد میں امام کے رہنے کیلئے کمرہ نہیں ہے تو کیا امام چارپائی بچھا کر مسجد میں لیٹ سکتا ہے؟

ج:- مسجد کے احترام کے خلاف ہے، ہمارے عرف میں مسجد میں چارپائی بچھانے کو مسجد کی بے ادبی تصور کیا جاتا ہے۔

س:- کیا مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خرید سکتے ہیں؟

ج:- جواب ناجائز ہے۔

س:- ایک شخص نے دوسری عورت سے شادی کی مگر مقدمہ کے دوران یہ تحریر لکھ دی کہ میں نے کوئی شادی نہیں کی ہے، میرے پاس کوئی دوسری عورت نہیں ہے ایسی صورت میں عقد باقی رہا یا نہیں؟

ج:- یہاں چونکہ خلاف واقع ہے اس لئے جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا، لیکن اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی وہ بیوی (دوسری عورت) کے لئے علی حالہ حلال ہے۔

س:- ایک شوہر نے غصہ میں اپنے سسر سے کہا کہ مجھے آپکی لڑکی نہیں چاہئے اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

ج:- اس لفظ سے کہ مجھے آپکی لڑکی نہیں چاہئے یہ کنایہ کا لفظ ہے اگر طلاق کی نیت نہیں ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

س:- ہر چالیس دن کے بعد بہت اہتمام سے لوگ چالیسویں کی دعوت کرتے ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ج:- یہ صریح بدعت ہے، صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین سے یہ طریقہ منقول نہیں ہے، یہ سب غیر شرعی ایجادات ہیں ان سب سے اجتناب لازم ہے، حدیث شریف میں ہے "کل بدعۃ ضلالہ و کل ضلالۃ فی النار" ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

س:- زکوٰۃ کی رقم کسی غریب لڑکی کی شادی میں خرچ کرنے کے لئے دینا درست ہے یا نہیں؟

ج:- درست ہے زکوٰۃ کا غریب لڑکی کے سرپرست کو دیکر یا خود اس لڑکی کو مالک بنا دیا جائے کہ وہ جس مد میں مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

بقیہ دعوت دین

دوچار ہو اور دینی مصلحت کا تقاضہ ہو، اور اس شخص کے لئے بھی نمونہ ہے جو اگرچہ ایسی صورت حال سے دوچار نہیں ہے مگر کلام کے انداز اور حقیقت سے آگاہ کرنے کا اسلوب ماضی کے عبرتناک واقعات اور انجام کار کے نتائج سے باخبر کرنے کا طریقہ اس واقعہ سے اخذ کر سکتا ہے۔

وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی

اللہ نے دونوں طبقوں کے لئے بہتر نعمتوں کے وعدے کئے ہیں۔ (النساء۔ ۹۵)

عالم اسلام

محمد فرمان نیپالی ندوی

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے صحیفہ ''العالم الاسلامی'' کے مطابق کینیا کے قریب ''مرسابیٹ'' نامی علاقہ میں ۴۵۰ افراد نے ابھی جلد ہی اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا ہے،، ذرائع ابلاغ کے مطابق ''افریقی مسلمس سوسائٹی'' کے صدر دفتر سے ایک دعوتی قافلہ اس خطۂ ارضی کی طرف گیا اور تقریباً ۱۸ دن وہاں مقیم رہا، اس دوران اس نے اسلامی موضوعات پر کئی تقاریر ومحاضرات کا اہتمام کیا، اور ارکانِ اسلام بالخصوص نماز، روزہ، زکوٰۃ کی عملی مشق بھی کرائی، نومسلموں کے اس خطہ میں ۱۳۲ افراد نے اس قافلہ کی دعوتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ایک دوسری اطلاع کے مطابق کینیا ہی کے علاقہ ''عنبرا'' میں تقریباً ۳۲ افراد نے اپنے آپ کو دامن سے اسلام سے وابستہ کرلیا ہے، مزید ''افریقی مسلمس سوسائٹی'' کی طرف سے یہاں بھی عملی طور پر شعائر اسلامی کی مشق کرائی جارہی ہے۔

تھائی لینڈ میں اسلامی بیداری

جنوب تھائی لینڈ میں ''جالا'' میں واقع اسلامی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اسماعیل لطفی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ تھائی لینڈ میں بودھ مذہب کے ماننے والے خاصی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں، ابھی چند سالوں میں پانچ ہزار سے زائد افراد نے اسلام قبول کیا ہے، ڈاکٹر لطفی نے مزید کہا کہ تھائی لینڈ میں بودھ مذہب کے ماننے والوں کو اکثریت حاصل ہے، اب وہ خاصی حد تک مذہب اسلام سے جڑے ہوئے نظر آرہے ہیں، ایسے موقع پر دعوت وتبلیغ کے کام کو مزید فعال بنانے کی ضرورت ہے، اور ایسے ماہر مبلغین اور داعیانِ اسلام کی توجہ اس خطہ کی طرف مبذول کرانا چاہئے جو اسلام کی صحیح تصویر عوام کے سامنے پیش کرسکیں، ڈاکٹر لطفی نے اسلامی رفاہی تنظیموں سے مادی اعتبار سے مدد کرنے کی درخواست کی ہے، انھوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ ۱۹۹۸ء سے جب ملک میں اظہار خیال اور دین ومذہب سے متعلق آزادی حاصل ہوئی تو دعوت اسلامی کو ایک حد تک فروغ حاصل ہوا، اور اگر تھوڑی سی بھی کوشش اور محنت کا سلسلہ جاری رہا تو جلد ہی انشاء اللہ پورے ملک میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

تھائی لینڈ یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے کہا کہ یہ یونیورسٹی ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں قائم ہوئی تھی، اور اس سال انشاء اللہ اس کا پہلا گروپ سندِ فراغت حاصل کرے گا، جو اس خطہ میں دعوت وتبلیغ کے کام کو آگے بڑھانے میں ممد ومعاون ہوگا، اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔

مڈغاسکر اور تنزانیا میں قبولِ اسلام

مڈغاسکر کے ''بونیہ رانتا'' نامی گاؤں کے ۱۵ افراد نے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا ہے، ان میں تیرہ افراد مسجد المتقین کی افتتاحی تقریب میں علی الاعلان کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئے اور باقی ابھی مطالعۂ اسلام میں مشغول ہیں، واضح رہے کہ اس تقریب میں اس بستی کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مسیحی اور عیسائی مذہب کے ماننے والے کثیر تعداد میں موجود تھے، جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انھوں نے قبولِ اسلام کے فوراً بعد اسلامی نام رکھ لیا، لیکن یہ بھی ایک عجیب انکشاف ہے کہ ان میں سے اکثروں کے نام پہلے ہی سے اسلامی تھے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ پہلے مسلمان تھے، اسلامی شریعت پر عمل کرنے والے تھے، اور قول وفعل میں ہم آہنگی کو برقرار رکھنے والے تھے، لیکن مسیحیت کی زد میں آنے کی وجہ سے ایسے بدلے کہ انھیں اس کی کوئی اطلاع نہ تھی، ایک دوسری اطلاع کے مطابق ''مڈغاسکر'' کے علاقہ ''منا کرا'' کے تقریباً ۹ افراد نے بھی اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا ہے، بعضوں نے ابھی صرف ارادے ظاہر کئے ہیں اور ان کا رجحان ومیلان اسلام کی طرف بڑھتا نظر آرہا ہے، امید ہے کہ جلد ہی یہ لوگ بھی انشاء اللہ اسلام

قبول کرلیں گے، واضح رہے کہ ''افریقی مسلم سوسائٹی'' کی طرف سے اس سلسلہ میں داعیان اسلام کو مقرر کردیا گیا ہے، اور انہیں ٹریننگ دینے کے لئے ایک قافلہ بھی بھیجا جاچکا ہے، اسی طرح تنزانیا کے ماساوی قبیلہ کے ۶۰ افراد نے بھی اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا ہے، ان کے قبولِ اسلام سے دیگر افراد پر بہت گہرے نقوش پڑے ہیں، جو انشاء اللہ ایک نہ ایک دن رنگ لائیں گے۔ (العالم اسلامی)

یورپ کے اسلامی مراکز کے تعاون کے لئے جامعہ ازہر کا اہم اقدام

مجمع البحوث الاسلامیہ کے شعبۂ قرآن کریم نے یورپ وامریکہ میں سرگرم اسلامی مراکز اور دینی مدارس کو علمی اور دینی غذا پہنچانے اور خاص طور سے داعیان کو بھیجنے کی تجویز پاس کی ہے، اس سے انشاء اللہ وہاں کے اسلامی مراکز تعارفِ اسلام، اور مغربی میڈیا کی طرف سے لگائے گئے الزامات کو دور کرنے کے سلسلہ میں حرکت میں آئیں گے، کوشش ہوگی کہ وہی داعیانِ اسلام ان ملکوں میں بھیجے جائیں جو کئی زبانوں کے ماہر ہوں اور اچھے طریقہ سے اسلامی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے پر قادر ہوں، اسی طرح شعبۂ قرآن کریم جامعہ ازہر میں ایک چینل کھولنے کا منصوبہ بنایا ہے جس سے رفتہ رفتہ اسلام کے خلاف اٹھائے گئے الزامات کا ازالہ ہوگا۔ (العالم الاسلامی)

سعودی عرب کی طرف سے اسلامی کتابوں اور کیسٹوں کی تیاری کا اہتمام

وزارت شئون اسلامیہ سعودیہ عرب نے تقریباً چار کروڑ اسلامی کتابیں اور دینی کیسٹیں ۶۱ زبانوں میں تیار کرائی ہیں، اور انشاء اللہ جلد ہی اسلامی تہذیب وثقافت کو عام کرنے اور صحیح اسلامی عقیدہ سے واقف کرانے کے لئے ان کی تقسیم کا عمل شروع ہوجائے گا، ان کیسٹوں میں سات سو ستر ہزار کیسٹیں عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ہیں۔ (العالم اسلامی)

بقیہ۔ ادب اسلامی کا اٹھارواں مذاکرہ علمی

یہ سیمینار نہایت خوش اسلوبی اور باوقار انداز میں ہوا جسمیں مندوبین حضرات سخت موسم کے باوجود سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوئے میزبان اور ذمہ داران حضرات نے بھی ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اور ہر طرح سے انکا خیال رکھا۔ بالخصوص طلبائے ندوہ نے سیمینار کے کاموں اور مہمانوں کی خدمت کا فریضہ نہایت دلچسپی سے انجام دیا

اعلان مفقود الخبر

مقدمہ ۱۱/۴۰۴

مدعیہ:- ممتاز بانو بنت افضال احمد ساکن ۱۶/۴۷۷ محلہ ریتی پرانی بانس منڈی سیتاپور روڈ لکھنؤ

مدعی علیہ:- رضی عالم ولد اقبال حسین (مرحوم) ساکن سیکٹر-D.2 ایل، ڈی، اے کالونی عالم باغ لکھنؤ۔

بنام

اطلاع بنام مدعی علیہ

مقدمہ ہذا میں مدعیہ ممتاز بانو بنت افضال احمد نے آپ مدعی علیہ رضی عالم ولد اقبال حسین کے خلاف غائب ہونے نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنا پر مرکزی دارالقضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، اس نوٹس کے ذریعہ آپ (مدعی علیہ) رضی عالم ولد اقبال حسین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۵/ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵/ اگست ۲۰۰۲ء بروز اتوار بوقت تین بجے مرکزی دارالقضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔

(مفتی) محمد ظہور ندوی

رکن قاضی کونسل

مرکزی دارالقضاء اتر پردیش، ندوۃ العلماء۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ

۱۶/ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ

اٹھارہواں مذاکرۂ علمی

تہذیب واقدار کو بچانے کیلئے تعمیری ادب وقت کی اہم ترین ضرورت

رابطہ ادب اسلامی کے تحت ''اسلامی ادب کی نمائندہ شخصیات'' کے موضوع پر ہونے والے سیمینار میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے تاثرات

مرتب: محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

عام طور پر ادب کو ہم معمولی چیز سمجھتے ہیں اور اس کی طرف سے بے پروا اور غافل رہتے ہیں۔ جبکہ ادب بڑی خاموشی سے تہذیب وثقافت اور دیگر اقدار پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ انسانوں کو اس کا پتہ تک نہیں چل پاتا کہ قدروں کو کس طرح بدلا جارہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو ادب ہماری تہذیب اور اقدار کو نقصان پہونچا رہا ہو اس کے محاذ کو دیکھا جائے اور اس تخریبی ادب کے مقابلہ میں تعمیری اور مفید ادب کو پیش کیا جائے۔

مذکورہ خیالات کا اظہار رابطۂ ادب اسلامی کے تحت ''اسلامی ادب کی نمائندہ شخصیات'' کے موضوع پر ہونے والے سیمنار میں ۲۰/۲۱ر جولائی ۲۰۰۲ء کو ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی افتتاحی تقریر میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ جہاں اردو زبان کی جگہ ہندی نے لے لی ہے وہاں طور طریقے ہی نہیں بلکہ قدریں بھی بدل گئی ہیں۔ یہ یورپ اور دیگر مغربی ممالک کی دین ہے۔ مولانا نے کہا کہ ایسے فرسودہ اور ناقص ادب کے مقابلہ میں اسلامی ادب کو پیش کرنے نیز اسلامی قدروں کو بچائے رکھنے

عام طور پر ادب کو ہم معمولی چیز سمجھتے ہیں اور اس کی طرف سے بے پروا اور غافل رہتے ہیں جبکہ ادب بڑی خاموشی سے تہذیب وثقافت اور دیگر اقدار پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ انسانوں کو اس کا پتہ تک نہیں چل پاتا کہ قدروں کو کس طرح بدلا جارہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو ادب ہماری تہذیب اور اقدار کو نقصان پہونچا رہا ہو اس کے محاذ کو دیکھا جائے اور اس تخریبی ادب کے مقابلہ میں تعمیری اور مفید ادب کو پیش کیا جائے۔ (مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

کے مقصد سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۱ء میں رابطہ ادب اسلامی کی داغ بیل ڈالی تھی۔

افتتاحی نشست میں خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی (ناظر عام ندوۃ العلماء) نے ادب کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ رابطہ ادب اسلامی کے روح رواں اور بانی تحریک حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو آج ہماری آنکھیں یہاں نہیں پارہی ہیں۔ ان کا بابرکت وجود یہاں نہیں ہے۔ لیکن ان کا فکری وجود ہماری رہنمائی کے لیے سرگرم عمل ہے۔

مولانا سید واضح رشید ندوی نے رابطۂ ادب اسلامی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی تہذیب وثقافت کا یہ شہر لکھنؤ ادب اسلامی ودعوت اسلامی کا بھی بہت بڑا مرکز ہے اور یہی وہ مرکز ہے جہاں سے رابطہ ادب اسلامی کی تحریک منظم شکل میں شروع ہوئی تھی اور ۱۹۸۶ء سے اب تک ۱۷ سیمینار ملک وبیرون ملک میں منعقد ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالباری نے کہا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا

ہی حق تھا کہ رابطہ ادب اسلامی کی تحریک شروع کی جائے اور سائنس اور ٹکنالوجی کے ارتقائی تناظر میں جہاں اخلاقی قدروں کا زوال ہورہا تھا۔ ۲۰ویں صدی میں علماء کو اخلاقی اقدار کو پامالی سے بچانے کے لیے سرگرداں کردیا جائے۔ انہوں نے کہا آج اہل قلم اس شعبہ میں آگے آئیں اور جو ہماری نئی نسل برگشتہ خاطر ہے اور گمراہی کی طرف مائل ہوتی جارہی ہے۔ انہیں اسلامی ادب کی شائستگی سے سنواریں۔ اس افتتاحی تقریب میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبۂ عربی کے ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی، پروفیسر احتشام احمد ندوی، حیدرآباد یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کے اسسٹنٹ صدر راشد نسیم ندوی، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ سیاسیات کے سربراہ پروفیسر ظفر احمد نظامی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ افتتاحی نشست کے آخر میں مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے مندوبین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اسی ہال میں ۱۹۸۱ء میں رابطہ ادب اسلامی کا قیام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی رہنمائی میں عمل میں آیا تھا، تب سے اب تک رابطہ ادب اسلامی نے جو خدمات انجام دیں ہیں اس اجلاس میں اس کا جائزہ لیا جائے اور رابطہ کے کام کو مزید وسیع کیا جائے۔ مولانا نے مزید کہا کہ ایک زمانہ میں ادب گھٹیا مقاصد کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تصور یورپ سے آیا تھا، وہ یورپ جس نے مذہب کو ادب سے جدا قرار دیا۔ اور یہ اعلان کیا کہ ادب کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، اس خیال اور تصور کے سدباب کیلئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ادب کے ہمہ گیر تصور اور آفاقی خیال کے حامل ہونے کی صدا بلند کی۔ اور اسکو بام عروج تک پہنچانے کی انتھک کوشش کی۔ اور آج بھی ادب کی یہ قندیل روشن ہے۔ اور برابر روشن رہے گی۔

مولانا نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں ادب کے بڑے بڑے ماہرین تھے جنہیں اپنی بلاغت پر ناز تھا لیکن قرآن وحدیث نے جو ادب پیش کیا وہ ادب عالیہ تھا، اور جو اس سے الگ ہوگا وہ راہ سے بھٹک جائے گا۔

اس افتتاحی نشست میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی تصنیف ''اضواء علی الادب الاسلامی'' اور ''غبار کارواں'' کا اجراء جامعہ حسینیہ اجراڑہ میرٹھ کے مہتمم مولانا عبداللہ مغیثی نے کیا۔ اور پروفیسر محسن عثمانی ندوی کی تصنیف ''مطالعہ شعر وادب'' اور ''مطالعہ تصنیفات مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی'' کا اجراء مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے کیا۔ اس نشست کی نظامت کے فرائض پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے بہت خوبصورت انداز میں انجام دیئے۔ مقالات کی نشست میں ڈاکٹر سید احتشام ندوی علی گڑھ نے ''مولانا باقر آغا اسلامی ادب کا ایک منارۂ فکر ونظر'' مولانا علاؤالدین ندوی لکھنؤ نے ''سید قطب شہید قافلہ سخت جاں'' ڈاکٹر عتیق الرحمٰن پٹنہ نے ''مولانا آزاد بلگرامی اور ادبیات ہندی'' پروفیسر محسن عثمانی ندوی حیدرآباد نے ''کلیم عاجز فن اور شخصیت'' اور پروفیسر کفیل احمد قاسمی علی گڑھ نے ''شیخ محمد الغزالی ایک اسلامی مفکر، داعی اور خطیب'' کے موضوعات پر مقالات پیش کیے۔ اس نشست کی صدارت مولانا عبداللہ مغیثی نے کی۔ اور نظامت مولانا آس محمد گلزار قاسمی نے کی۔

افتتاحی نشست کا آغاز قاری محمد علی کی تلاوت قرآن پاک سے صبح ۱۰ بجے ہوا۔ اس کے بعد محمد ارشد متعلم ندوۃ العلماء نے علامہ اقبال کی ایک نظم پیش کی۔ سیمینار میں طلباء واساتذہ کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

مقالات کی دوسری نشست کا آغاز بعد نماز مغرب محمد تذکیر متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس نشست کی صدارت مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کی اور نظامت پروفیسر احتشام احمد ندوی نے کی۔

اس نشست میں پروفیسر ظفر احمد نظامی شعبۂ سیاسیات جامعہ ملیہ دہلی نے ''نشور واحدی کا خاکہ''، مولانا حبیب ریحان ندوی نے مولانا عبدالماجد دریابادی کی آراء پر تجزیہ، ڈاکٹر تابش مہدی دہلی نے شہباز امروہی کی طنزیہ شاعری، عمیر الصدیق ندوی دریا آبادی نے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی شخصیت، ابوسفیان اصلاحی نے عبدالقادر مغربی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے ''مولانا سید محمد الحسنی کی ادبی خدمات'' کے موضوعات پر مقالے پڑھے۔ تنگی وقت کے سبب مقالہ نگار اپنا پورا مقالہ پڑھنے سے قاصر رہے۔ اس نشست میں مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کی مرتبہ کتاب ''مکتوبات

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ "(جلد اول)اور مولانا محمد الحسنیؒ کی تصنیف "قرآن آپ سے مخاطب ہے" اور مولانا نذر الحفیظ ندوی کی کتاب "مغربی میڈیا اور اس کے اثرات" کا اجراء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کیا۔

بعد نماز عشاء ایک شعری نشست کا بھی اہتمام کیا گیا یہ شعری نشست معروف ادیب سید عبدالباری کی صدارت میں ہوئی۔ اس شعری نشست میں ڈاکٹر تابش مہدی دہلی ظفر احمد نظامی دہلی مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا آس محمد گلزار قاسمی، خلیل شیدانی، ڈاکٹر غیاث الدین ندوی اور ڈاکٹر محسن عثمانی حیدرآباد نے اپنا کلام پیش کیا۔

رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر وممالک مشرقیہ کے دوروزہ اٹھارہویں اجلاس میں جو "اسلامی ادب کی نمائندہ شخصیات" کے موضوع پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۲۱ر جولائی کو اختتام پذیر ہوا، عالمگیر پیمانہ پر مغربی طاقتوں کی تہذیبی بلادستی اور ثقافتی اجارہ داری پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اہل قلم سے مشرقی اور اخلاقی اقدار کی بحالی کے لیے متحدہ جدوجہد کی اپیل کی گئی۔ ساتھ ہی انسانی، اخلاقی اور تعمیری اقدار پر مبنی ادب کی ترویج واشاعت اور تراجم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس میدان کے اصحاب قلم کی زیادہ سے زیادہ ہمت افزائی پر زور دیا گیا۔ مذکورہ تجاویز کے علاوہ منفی رجحانات اور مخرب اخلاق ادبیات کے خلاف ملک کے شاعروں، فنکاروں، ادیبوں اور صحافیوں کو متحد ہو کر مثبت اور تعمیری رجحانات کے فروغ، نیز وحدت الہ اور وحدت آدمیت کی بنیاد پر صالح معاشرہ کی تعمیر کی اپیل کی گئی۔ اجلاس میں کہا گیا کہ مدارس اسلامیہ اخلاقی، انسانی اور روحانی اقدار کے فروغ کے مراکز اور اس کے سرچشمے ہیں، پچھلے کچھ دنوں سے استعماری طاقتیں انہیں دہشت گردی کے مراکز تصور کرنے لگی ہیں، اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے لوح وقلم کے حاملین سے یہ اجلاس اپیل کرتا ہے کہ وہ سچے حقائق کی سچی تعبیر کرتے ہوئے ادبی اصناف واجناس کے ذریعہ برادران وطن کے دل ودماغ میں حق وحقائق کو راسخ کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

ہندی زبان اور دیگر علاقائی زبانوں میں عالمگیر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ انسانیت اور اخلاق پر مبنی اعلیٰ وبالا اقدار کی بحالی اور ترویج واشاعت کی اہمیت اور اس کے بھرپور اور منظم استعمال کی ضرورت پر یہ اجلاس زور دیتا ہے، اور ملک وملت کے تمام محب انسانیت افراد اور اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس عظیم نصب العین کی خاطر ایک ہمہ گیر لائحہ عمل مرتب کریں، اور اسے جلد از جلد روبکار لائیں۔

گجرات المیہ کے سلسلہ میں ایک تجویز میں کہا گیا کہ یہ انسانی تاریخ کا بدترین المیہ ہے اور انسانیت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے، اس کے اسباب وعوامل اور محرکات پر سنجیدگی اور گہرائی سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے، ادیبوں، فنکاروں، شاعروں اور صحافیوں کو اس طرح کے حوادث پر توجہ کرنی لازم ہے، میڈیا نے اس سلسلہ میں جس جرأت وحق گوئی کا ثبوت دیا ہے اور مثبت رول ادا کیا ہے یہ اجلاس اس کو تحسین وقدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

یہ اجلاس فنکاروں کو جہاں ایک طرف اس قسم کی انسانیت سوز درندگی کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرنے کی دعوت دیتا ہے وہیں دوسری طرف اہل ثروت اور سماجی اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس طرح کے صالح نصب العین سے متصف ادبی شاہکاروں کو شایان شان انعامات واعزازات سے نوازنے کی عملی شکل پیدا کریں، تاکہ مثبت اور تعمیری ادب کی زیادہ سے زیادہ پذیرائی اور ہمت افزائی ممکن ہوسکے۔ سیمینار میں مختلف تعلیمی اداروں مدارس اور عصری دانش گاہوں کے ۱۰۰ مندوبین نے شرکت کی۔ آج آخری دن مقالات کی نشست کی صدارت پروفیسر حنیف احمد نقوی نے کی اور نظامت ڈاکٹر محمد عارف جنید خاں ندوی بھوپالی نے کی۔ اس نشست میں سات مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات پیش کیے۔ مدرسہ احمدیہ ابابکر ویشالی کے استاد مولانا محمد ثناء الہدی قاسمی نے "اسلامی ادب کے علم بردار سید احمد عروج قادری" جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی نے "ابوالمجاہد زاہد کی شاعری کا تربیتی پہلو" مولانا محمد شعیب کوٹی ندوی نے "عامر عثمانی ایک فراموش شدہ عالم" صحافی حسین امین لکھنؤ نے "مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ادبی خدمات" مولانا صباح اسماعیل ندوی علیگ کلکتہ نے "علقمہ شبلی اور کیف الاثر، مغربی بنگال کے دو قابل ذکر نعت گو شاعر" ڈاکٹر اقبال حسین ندوی، حیدرآباد نے "عقاد ایک

اسلامی ادیب" مولانا صدر الحسن ندوی مدنی اورنگ آباد نے "فکر اقبال میں قرآنی حیثیت" ڈاکٹر محمد راشد نسیم ندوی حیدرآباد نے "ابن الفارض عربی تصوف کا نمائندہ شاعر" مولانا سید مشتاق علی ندوی بھوپالی نے "مولانا سید عابد علی وجدی الحسینی" کے موضوعات پر مقالات پیش کیے۔ اس کے بعد شروع ہونے والی نشست کی صدارت ڈاکٹر سید عبدالباری نے کی۔ اس نشست میں مولانا عبدالرشید ندوی مدنی اورنگ آباد نے "مولانا آزاد کے دعوتی افکار کا تجزیاتی مطالعہ" ڈاکٹر غیاث الدین ندوی لکھنؤ نے حافظ شیرازی کی عربی شاعری پر ڈاکٹر سید عبدالباری نے خواجہ الطاف حسین حالی شخصیت اور کارنامے اور ڈاکٹر مظفر عالم حیدرآباد نے "ڈاکٹر حمید اللہ اور خطبات بھاولپور" کے موضوعات پر مقالے پیش کیے۔ نشست کے آخر میں مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندویؒ کی کتاب "تدبر حدیث" کی رسم اجراء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کی۔

یہ کتاب دراصل "دراسات تربویة لی الاحادیث النبویة" کا ترجمہ ہے جو مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات واستاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قلم سے ہے۔

مقالات کی دوسری اور آخری نشست کی صدارت ڈاکٹر سید احتشام ندوی نے کی اور نظامت ندوۃ العلماء کے استاد مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری نے کی۔ اس نشست میں پروفیسر انیس چشتی پونہ نے مولانا علی میاں کی ادبی فعالیت، ڈاکٹر ابو مظفر عالم حیدرآبادی نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی ادبی خدمات، ڈاکٹر عبدالماجد قاضی ندوی دہلی نے کلام اقبال میں عربوں کا تذکرہ، مولانا محمد اقبال فلاحی ندوی مدنی گجراتی نے فضیلۃ الشیخ عیسی ابن ابراہیم المنشی کا تباہارعا صحافیا واسلامیا باللغۃ العجراتیہ، ڈاکٹر اطہر حبیب ریحان ندوی بھوپالی نے المدح فی کلام ابن زکریا الطرابلیسی کے موضوعات پر مقالے پیش کیے۔ اختتامی تقریر میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کہا کہ ہم ادب کے ذریعہ بڑا کام کرسکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو ادب اسلامی ثقافت پر اثر انداز ہوتا ہو اس سے ہوشیار رہیں۔ مولانا نے اس موقع پر مندوبین سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ تعمیری اور مفید ادب کی جہت میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔

سیمینار میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے علاوہ جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، دہلی یونیورسٹی، برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ اسلامیہ بستی، مدرسہ نورالاسلام جلپا پور نیپال، دارالمصنفین اعظم گڑھ، باب العلوم کلکتہ، مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی اور دیگر اداروں کی نمائندگی ہوئی۔ آئے ہوئے مقالات اور مندوبین کی آراء کی روشنی میں اجلاس عام میں پیش کرکے منظوری حاصل کرنے کے لیے تجاویز کمیٹی کی تشکیل کی گئی جس کے ارکان پروفیسر سید عبدالباری کنوینر، ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی، پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی، ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی اور مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری تھے۔

اسلام کی خاطر صحابہ کرامؓ کی قربانیاں

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح کی "کتاب المناقب" اور "کتاب الاکراہ" وغیرہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کفار کی ایذاؤں اور تکلیفوں سے تنگ آچکے تھے۔ ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کا سرہانہ بنائے کعبے کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ (حضور!) آپ ہمارے لیے (اللہ سے) مدد کیوں نہیں مانگتے؟ آپ (کافروں کے خلاف) ہمارے لیے اللہ سے دعا ہی فرمادیتے (میری اس گذارش پر) آپؐ اٹھ بیٹھے اور آپؐ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"(سنو) تم سے پہلے لوگوں کو (ایمان کی وجہ سے) گڑھا کھود کر اس میں کھڑا کیا جاتا، آرا لاکر ان کے سر سے انہیں دولخت کردیا جاتا، مگر اس طرح بھی وہ اپنے دین سے منحرف نہ ہوتے، کسی شخص (کو جلانا کر اس) کے جسم پر لوہے کی کنگھیاں چلا کر چمڑہ، گوشت اور پٹھے ہڈیوں سے علیحدہ کردیے جاتے، مگر اس چیز نے بھی انہیں ان کے دین سے نہ روکا، اللہ کی قسم! اللہ اس دین (کے متعلق اپنے فیصلے) کو پورا کرکے رہے گا، یہاں تک کہ ایک (مسلمان) سوار صنعاء سے حضر موت تک (اکیلا) سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ اسے اپنے ریوڑ کے متعلق بھیڑیے کا ڈر بھی نہیں ہوگا۔ لیکن تم لوگ بہت جلدی مچا رہے ہو۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

●● نیویارک ٹائمز سروس کے مطابق امریکہ اور اسرائیل کی فلسطین مخالف پالیسیاں یہودیوں میں فلسطینیوں سے ہمدردی کا رجحان بڑھا رہی ہیں، حتیٰ کہ وہ صیہونی افواج کے اسلحہ خانوں سے جدید ہتھیار حاصل کر کے مظلوم فلسطینیوں تک پہونچانے لگے ہیں، اس سلسلے میں پولیس کا کہنا ہے کہ اس نے پانچ آبادشدہ یہودیوں کو گرفتار کیا ہے جن میں سے چار فوجی سپاہی اور ایک ریزرو آرمی کا افسر ہے، ان کے بارے میں شک ہے کہ انھوں نے ہزاروں کارتوس اور دوسرا فوجی سامان چرا کر فروخت کیا ہے جسے فلسطینیوں نے صیہونیوں کے خلاف استعمال کیا ہے۔

پولیس کے بیان کے مطابق گرفتار شدہ لوگوں نے اعتراف کرلیا ہے کہ انھوں نے فوجی اسلحہ خانے سے تقریباً ۴۰ ہزار رائفل راؤنڈ چوری کئے ہیں جنھیں جبرون علاقہ میں فلسطینیوں کو فروخت کیا گیا ہے۔

●● نیویارک اسکول آف میڈیسن کے ماہر ڈاکٹر مائیکل نے بتایا کہ گیارہ ستمبر کے بعد امریکہ میں یک بیک شرح پیدائش میں زبردست اضافے کی جو توقعات کی جارہی تھیں وہ غلط ثابت ہوئی ہیں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کے بعد دوسری جنگ عظیم کی مانند شرح پیدائش میں زبردست اضافہ کی پیش گوئی کی جارہی تھی تاہم ڈاکٹر مائیکل نے بتایا کہ گیارہ ستمبر کے بعد شرح پیدائش میں کسی غیر معمولی اضافے کے کوئی شواہد دستیاب نہیں ہوئے ہیں بلکہ امریکیوں میں زندگی کی بے ثباتی کا احساس ہوا ہے۔ ایک دوسرے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکیوں میں دو ہرے احساسات پیدا ہوئے ہیں، ایک طرف لوگوں میں بچوں کے حصول کی خواہش ہے تو دوسری جانب یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ اس غیر محفوظ دنیا میں ایک اور بچے کو کیوں ڈالا جائے؟

●● سعودی عرب کے شہر ریاض سے شائع ہونے والا عربی ہفتہ روزہ "الدعوہ" کے مطابق امریکہ کے ایک اسپتال میں ایک روز دو بچوں کی پیدائش ہوئی ایک عورت سے ایک لڑکا اور دوسری سے ایک لڑکی ہوئی جس رات ان دونوں بچوں کی ولادت ہوئی وہاں نگراں ڈاکٹر موجود نہیں تھی جسکے ذریعہ بچوں کی کلائی پر بچے کی ماں کی نام کی پٹی باندھی جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بچے بدل گئے اب ڈاکٹروں کے لئے شناخت مشکل ہوگئی کہ کس عورت کا کون سا بچہ ہے؟ حالانکہ ان میں سے ایک عورت کی لڑکی تھی اور دوسری کا لڑکا۔ اس اسپتال کے ڈاکٹروں میں ایک مسلمان مصری ڈاکٹر بھی تھا جسکی اپنے اسٹاف امریکی ڈاکٹروں سے گہری دوستی تھی، سب پریشان تھے کہ اس کا حل کیسے نکالا جائے، امریکی غیر مسلم ڈاکٹر نے مصری مسلمان ڈاکٹر سے کہا کہ تم تو دعویٰ کرتے ہو کہ قرآن میں ہر چیز کا حل اور تشریح موجود ہے اب تم ہی قرآن کی روشنی میں بتاؤ کہ کون بچہ کس عورت کا ہے۔ چنانچہ مصری ڈاکٹر نے اس مقصد کے حل کیلئے مصر کا سفر کیا، اور جامع ازھر کے بعض علماء سے رجوع کیا اور ان کو اسکی پوری تفصیل بتائی جامع ازھر کے ایک عالم نے طبی امور میں اپنی لاعلمی ظاہر کی البتہ قرآن کی ایک آیت پڑھی، ترجمہ "مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے" اور کہا کہ اس پر غور کرو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کوئی حل ضرور نکل آئے گا اسکے بعد وہ مصری ڈاکٹر امریکہ آیا اور اپنے امریکن دوست ڈاکٹر سے کہا کہ اب اس کا حل قرآن کی روشنی ہی میں نکلے گا، چنانچہ اس نے دونوں عورتوں کا دودھ ٹیسٹ کیلئے لیبارٹری میں بھیجا اور تحقیق و تجزیہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ لڑکے کی ماں کے پستان میں لڑکی کی ماں کے مقابلہ میں دوگنا دودھ پایا گیا وٹامن (حیاتین) مقدار بھی لڑکی کی ماں کے مقابلہ میں دوگنی تھی پھر مصری ڈاکٹر نے امریکن ڈاکٹر کے سامنے قرآن شریف کی آیت پڑھی (مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے) جسکے ذریعہ سے اس نے مشکل مسئلہ کا حل تلاش کیا اسکے بعد وہ امریکن ڈاکٹر فوراً مسلمان ہوگیا اور اب وہ قرآن کے مطالعہ میں مشغول ہے۔

مطالعہ کی میز پر

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

نام رسالہ ماہنامہ : بانگ حراء

خصوصی اشاعت بیاد : مولانا سید محمد طاہر حسینیؒ

صفحات : ۸۸، سائز : ۱۸x۲۲/۸

زرسالانہ : -/۹۰ روپے

ملنے کا پتہ : بانگ حراء، شباب بلڈنگ، برولیا، ٹیلر مارگ، لکھنؤ 226020

مولانا سید محمد طاہر حسینی رحمۃ اللہ علیہ (سابق مددگار ناظم ندوۃ العلماء) خانوادہ سادات منصور پور، کے چشم و چراغ، عالم باعمل، پاک دل، پاک دامن، پاکباز اور پاک زبان انسان تھے، وہ زہد و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت، معاملات و معاشرت، دعوت و اصلاح اور تعلیم و تربیت کے میدان میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و مجاز بیعت عارف باللہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ تھے۔

بانگ حراء کا یہ خصوصی رسالہ مولانا موصوف ہی کی یاد میں نکالا گیا ہے۔ جو مضامین اور تزئین و ترتیب کے لحاظ سے قابل تحسین بھی ہے اور قابل مطالعہ بھی۔

● مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے اپنے مضمون میں مولانا مرحوم کو عالم دین، اصلاح و تقویٰ میں معروف اور صاحب نسبت بزرگ تھے کے الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

● مولانا عبد اللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اعمال و کردار میں ان کے پاک و صاف ہونے کی شہادت دی ہے۔

● مولانا سید واضح رشید ندوی نے اپنے مضمون میں ان کی امانت داری، تدبر و حکمت، صلابتِ فکر، خدمت خلق کا جذبہ، عزم کی پختگی، تواضع اور للّٰہیت کا ذکر بڑے البیلے انداز میں کیا ہے۔

● مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے مولانا کی ان امتیازی خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے جن کی بدولت مولانا مرحوم کی شخصیت ایک انجمن بن گئی تھی اور یہی نہیں بلکہ ان کی شخصیت کے ایسے پہلو بھی آگئے ہیں جن سے بہت سارے لوگ بالخصوص نئی نسل ناواقف ہے۔

● مولانا محمد اجتباء ندوی لکھتے ہیں کہ مولانا کی امتیازی خوبیاں میری نظر میں تین تھیں (۱) علم و عمل (۲) نظم و ضبط (۳) وقار و سنجیدگی کے ساتھ اعلیٰ اخلاق۔

● مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے لکھا ہے کہ مولانا محمد طاہر صاحب کی ابتدائی زندگی بہت ہی مجاہدہ و صبر آزما رہی ہے۔

● مولانا شمس الحق ندوی نے مولانا مرحوم کو "ایک فرشتہ صفت عالم" قرار دیکر ان کی تواضع و خاکساری، خوش اخلاقی و خوش گفتاری اور ان کی عالمانہ شان اور کریمانہ اوصاف کا ذکر کیا ہے۔

● مولانا نذر الحفیظ ندوی نے لکھا ہے کہ مولانا موصوف کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔

● مولانا مرحوم کے فرزند ارجمند مولانا سید سلمان حسینی نے "ایک غیر معروف مرد عارف" کے عنوان سے جو مضمون ہے اس میں انھوں نے مولانا مرحوم کی علمی، دینی، دعوتی، اصلاحی، تربیتی خدمات اور عابدانہ و زاہدانہ خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اسی کے ساتھ مولانا کی خودنوشت سوانح بھی اختصار کے ساتھ شامل کردی ہے جو خاصے کی چیز ہے۔

● مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے ایمان افروز شخصیت اور مولانا امین الدین شجاع الدین نے پاک دل، پاکباز و پاک دامن شخصیت قرار دیا ہے۔

اسی طرح مولانا نور عالم خلیل امینی، مولانا محمد کلیم صدیقی، مولانا سید محمد اسحٰق حسینی ندوی، مولانا محمد سلمان منصور پوری، مولانا عبدالرشید ندوی وغیرہ نے اپنے اپنے مضامین میں مولانا کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے۔

اس طرح یہ خصوصی شمارہ مولانا محمد طاہر صاحب کی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے جو تمام حضرات کیلئے نہایت قیمتی، دستاویزی اور یادگاری حیثیت رکھتا ہے، اور اسلامی لائبریریوں کیلئے بھی ایک قیمتی تحفہ ہے۔

(بقیہ)

اخوت و محبت کا پیغام

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

(حجرات۔۱۳)

''اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''

ایک پرہیزگار و متقی کالا حبشی، کافر ہاشمی سے باعزت و معزز قرار پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کی تھوڑے تھوڑے وقفے سے تجدید فرماتے رہتے تھے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

المسلم أخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه، من کان فی حاجة أخیه کان الله فی حاجته، ومن فرّج عن مؤمن کربة فرّج الله عنه بها کربة من کرب یوم القیامة ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیامة۔ (متفق علیه)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یارو مددگار چھوڑتا ہے۔ تم میں جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا اور جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کی کسی تکلیف سے اس کو نجات دے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

دوسری حدیث میں فرمایا:

المسلم أخو المسلم لا یخونه ولا یکذبه ولا یخذله کل المسلم علی المسلم حرام، عرضه وماله ودمه، التقویٰ ههنا، بحسب امرئ من الشرّ أن یحقر أخاه المسلم۔

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس سے خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اس کو بے مدد کے چھوڑے (جب وہ اس کی مدد کا محتاج ہو)۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہے، اس کی عزت، اس کا مال، اس کا خون، (اس لیے ناحق اس کا خون گرانا، اس کا مال لینا، اس کی آبروریزی کرنا یہ سب حرام ہے)۔''

اس بھائی چارے نے اسلامی لشکر کی صفوں کو ثابت قدم اور قوی بنانے میں بڑا اہم رول ادا کیا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے میں کافی تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔ (انفال۔۶۵)

''اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔''

مسلمانوں کا باہمی ربط و تعلق اور بھائی چارہ دیوار کی طرح ہونے کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے تاریخ اسلام کا یہ واقعہ پڑھیے جو اسلامی اخوت کی عملی تصویر پیش کرتا ہے حضرت حذیفہؓ عدوی بیان کرتے ہیں کہ:-

جنگ یرموک کے موقع پر میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں زخمیوں میں پھر رہا تھا، ساتھ میں پانی بھی لے لیا تھا کہ اگر زندگی کی کچھ رمق باقی ہوگی تو پانی پلاؤں گا، جب میں میدان میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ زخمیوں میں پڑے ہوئے ہیں، ان کی سانس اکھڑ گئی ہے آخری وقت ہے، اس حال میں پانی ان کے منہ کے قریب لے گیا، پانی کا ان کے منہ کے قریب پہنچنا تھا کہ دوسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی، میرے بھائی نے اپنا منہ بند کرلیا اور اشارہ کیا کہ اس دوسرے زخمی کو پانی پلاؤں، دوسرے زخمی کے پاس پہنچا تو وہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ تھے، ہم نے ان کو پانی پلانا چاہا کہ اتنے میں تیسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی، اس آواز کا آنا تھا کہ ہشام نے منہ بند کرلیا اور اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پانی پلاؤں، ان کے پاس گیا، قبل اس کے ان کو پانی پلاؤں انھوں نے دم توڑ دیا، اب میں ہشام کے پاس واپس آیا تو دیکھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں، ان کے پاس سے اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا کہ ان کو پانی پلا دوں، پہنچا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، پانی ویسا ہی لیے ہوئے واپس آگیا۔

مسلمان جاہلی رجحانات، غرور و تکبر اور مادہ پرستی کی اس پستی سے نکل کر بھائی چارے اور باہم روحانی ربط و تعلق اور ایمانی میل ملاپ کی اس بلندی کو پہنچ گئے جس کا ایک نمونہ اوپر مذکور اس واقعہ میں نظر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

''مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو جوڑتا ہے۔''

کا یہی مطلب تھا جس کی ایک جھلک اس واقعے میں نظر آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی تربیت کے ثمرات تھوڑی سی مدت میں باہمی اتحاد و محبت اور ایثار و قربانی کے اس بلند معیار کو پہنچ گئے کہ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھنے لگا اس لیے کہ وہ سب کے سب ایک جسم کی طرح بن گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر جو مثال بیان فرمائی اوپر کا واقعہ اس کی روشن مثال پیش کرتا ہے، اس تشبیہ کا مقصد باہم اتحاد اور ایک دوسرے کی فکر و دیکھ بھال تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام مسلمان باہم مل جل کر محبت و اخوت کے ساتھ رہیں۔ اور ہر مسلمان اپنے بھائی کے حقوق کا خیال رکھے یعنی مریض کی عیادت کرے، جنازے کے ساتھ جائے، چھینکنے والے کی چھینک پر یرحمک اللہ کہے، سلام کا جواب دے، مظلوم کی مدد کرے، دعوت قبول کرے، اپنے بھائی کی قسم پوری کرے۔

حدیث، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وضاحت کرتی ہے کہ تم مومن کامل نہیں ہو سکتے جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

حاصل یہ ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کے مسائل سے دل چسپی لینا اور ان کی مشکلات میں شرکت حصہ لینا اور ان کی خوشیوں میں شریک ہونا یہی معنی ہیں بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ کے، ان چیزوں میں کوتاہی اور کمی اخوت کی کمزوری ہے۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ

ایک صاحب علم اور عظیم خاتون

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ صحابیٔ رسولؐ، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق کی صاحب زادی تھیں۔ بعثت کے چوتھے یا پانچویں سال پیدا ہوئیں، وہ چھ یا سات سال کی تھیں جب حضورؐ نے ان سے نکاح فرمایا اور ہجرت کے پہلے سال شوال میں نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، ان کے سوا حضورؐ نے اور کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو اپنی فضیلت میں ذکر فرمایا ہے، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری براءت آسمان سے اتاری ہے، آپؐ میرے ساتھ ہوتے تھے اور وحی نازل ہوتی تھی، میں اور حضورؐ دونوں ایک برتن سے غسل کرتے تھے، آپؐ نماز (یعنی تہجد) پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے چوڑائی میں لیٹی ہوتی تھی، آپؐ کا وصال میرے حجرے میں میری گود میں ہوا۔ میں ازواج مطہرات میں آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم و مرتبہ میں سب عورتوں سے افضل ہیں۔ حضرت مسروق سے روایت ہے، فرمایا، میں نے بڑے بڑے صحابہؓ کو آپ سے فرائض کے بارے میں مسئلہ پوچھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عطاء بن رباح فرماتے ہیں: حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم، اور سب سے بہتر رائے رکھنے والی تھیں۔

حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا، جب ہمارے سامنے کوئی مشکل مسئلہ آتا تو حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے اور ان کے پاس اس مسئلہ سے متعلق علم ہوتا، انہیں خصوصیات کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ہر اس مسلمان عورت کے لیے اچھی مثال ہیں جو شرف و فضیلت اور بلند مرتبے کی جویا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مرفوعاً مروی ہے ''عورتوں پر حضرت عائشہؓ کو وہ فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دوسرے تمام کھانوں پر حاصل ہے۔''

ستائیس رمضان المبارک اور ایک روایت میں ہے ستائیسویں شب میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپؓ سے ایک ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے